ماہنامہ
اخبار احمدیہ
جرمنی
مارچ 2019ء جلد نمبر 20 شمارہ نمبر 3

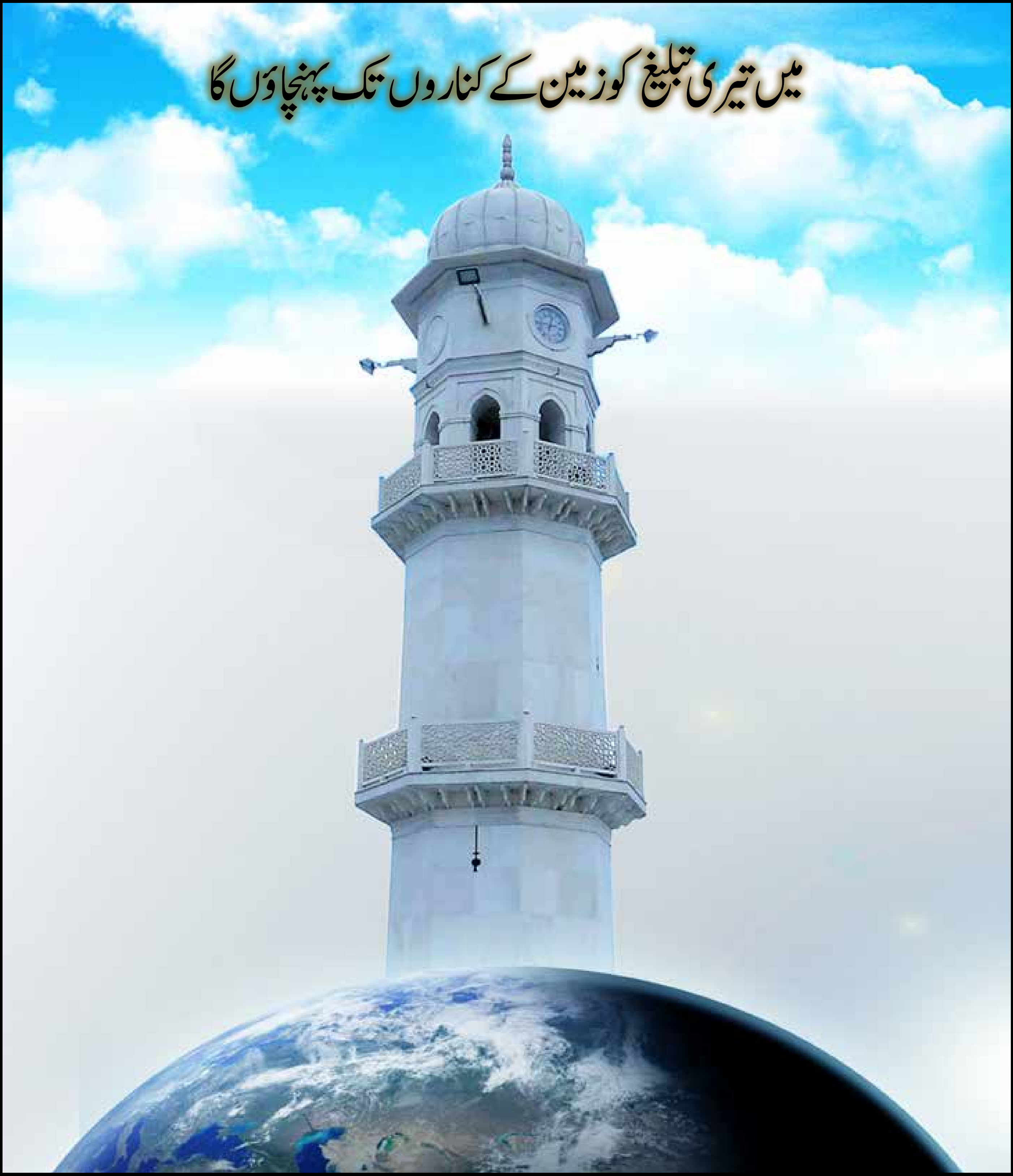

سورہ فاتحہ کی تاثیر

”سورۃ فاتحہ اور قرآن شریف میں ایک اور خاصہ بزرگ پایا جاتا ہے کہ جو اسی کلام پاک سے خاص ہے اور وہ یہ ہے کہ اس کو توجہ اور اخلاص سے پڑھنا دل کو صاف کرتا ہے اور ظلمانی پردوں کو اٹھاتا ہے اور سینے کو منشرح کرتا ہے اور طالبِ حقّ کو حضرتِ احدیّت کی طرف کھینچ کر ایسے انوار اور آثار کا مورد کرتا ہے کہ جو مقربان حضرتِ احدیت میں ہونی چاہئے اور جن کو انسان کسی دوسرے حیلہ یا تدبیر سے ہرگز حاصل نہیں کر سکتا۔ اور اس روحانی تاثیر کا ثبوت بھی ہم اس کتاب میں دے چکے ہیں اور اگر کوئی طالب حق ہو تو بالمواجہ ہم اس کی تسلی کر سکتے ہیں اور ہر وقت تازہ بتازہ ثبوت دینے کو طیار ہیں۔ اور نیز اس بات کو بخوبی یاد رکھنا چاہئے کہ قرآن شریف کا اپنی کلام میں بے مثل و مانند ہونا صرف عقلی دلائل میں محصور نہیں بلکہ زمانہ دراز کا تجربہ صحیحہ بھی اس کا مؤیّد اور مصدّق ہے۔“

(براہین احمدیہ، حصہ چہارم، رخ جلد ۱ صفحہ 402)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اداریہ

ایک سے کئی کروڑ

سوا سو سال سے زائد عرصہ ہوا ہے کہ پنجاب (ہندوستان) میں قادیان نامی ایک دور افتادہ گاؤں تھا جسے عرفِ عام میں کورہ یعنی اندھا گاؤں کہتے تھے کیونکہ وہاں کوئی سڑک جاتی نہ ہی ڈاک یا کسی دوسرے ذریعہ مواصلات کا کوئی تصور تھا۔ عام آدمی کے لئے سفر کی سہولت تو درکنار، صاحب حیثیت بھی صبح یکہ پر بیٹھتے تو گھنٹوں سفر کرنے کے بعد صرف چند کلومیٹر دور بٹالہ پہنچتے۔ گویا کوئی نہ جانتا تھا کہ ہے قادیان کدھر کا پورا منظر تھا۔ ایسے میں ایک شخص جسے اس کے گھر والے بھی وجود خیال کرتے تھے، سینہ میں اسلام کا درد لئے اُٹھتا ہے اور اپنے مولیٰ کے حضور چلاتا ہے کہ دیکھ سکتا ہی نہیں میں ضعفِ دینِ مُصطفیٰ ﷺ، اور التجا کرتا ہے کہ یا الٰہی فضل کر اسلام پر اور خود بچا، اس شکستہ ناؤ کے بندوں کی اب سن لے پکار۔

اس دردانگیز کیفیت، اس گریاں و بریاں سینہ و دل کی حالت دیکھ کر خدا تعالیٰ کی تقدیر فیصلہ کرتی ہے کہ اس زمانہ کی اصلاح کے لئے جس موعود مصلح کے آنے کی خبریں اور وعدے گزشتہ صحائف میں کئے گئے ہیں، ان کا مصداق اسی کو بنایا جاتا ہے۔ یہی وہ رجل ہے جس کے دل میں وہ جذبہ ایمانی ہے کہ ایمان کو ثریا سے واپس لانے کی طاقت رکھتا ہے اور اسی میں ہمت ہے کہ وہ عین دجال کی ناک کے نیچے بیٹھ کر اس کی سرکوبی کرسکتا ہے۔ وہی ہے جس کے بازوؤں میں حاکم قوم کے مذہبی نشان صلیب کو پاش پاش کر دینے کی صلاحیت اور قتل خنزیر کا حوصلہ ہے۔ چنانچہ اس کورہ میں بیٹھے اس تن تنہا وجود حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ السلام کی طرف سے کبھی یہ آواز بلند ہوتی ہے کہ خدا نے مجھے بتایا ہے کہ میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا تو کبھی اسے کہا جاتا ہے کہ بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید و پائے محمدیاں برمنار بلند تر محکم افتاد۔ اسے کسمپرسی کے ہی عالم میں یہ بشارت بھی دی جاتی ہے کہ میں تیرے دلی محبوں کا گروہ بڑھاؤں گا۔

اس کے یہ دعوے سن کر اپنے پرائے سب اس کے مخالف ہو جاتے ہیں اور اس کی آواز دبانے کے لئے ایڑھی چوٹی کا زور لگا دیتے ہیں۔ لیکن قدرت خدا کی کہ جوں جوں مخالفت بڑھتی ہے، اس کی ایک آواز کئی آوازوں میں تبدیل ہونے لگتی ہے۔ پھر جب مخالفت اجتماعی شکل اختیار کرتی تو یہ آواز اَور بھی پھیلنے لگتی ہے حتی کہ حکومتیں قانونی اور جملہ ریاستی وسائل سے لیس ہو کر مخالفت کے میدان میں اتر آتی ہیں اور اِس آواز کا گلہ دبانے کے لئے ہر ممکن تدابیر کرتی ہیں۔ مگر یہ آواز مخالفت کے ہر حربہ کو پاش پاش کرتے ہوئے ہر سو پھیلتی چلی جاتی ہے حتی کہ آج یہ اکیلی آواز کروڑوں آوازوں میں ڈھل چکی ہے اور مخالفت کرنے والے یہ کہتے ہوئے اپنے دانت پیس رہے ہیں کہ اب اس آواز کو روکنا یا دبانا ہمارے بس میں نہیں رہا، کیا ہی سچ کہا ہے ایک مردِ خدا، غلام مسیح الزماں نے ؎

یہ صدائے فقیرانہ حق آشنا، پھیلتی جائے گی شش جہت میں سدا
تیری آواز اے دشمن بدنوا! دو قدم دور دو تین پل جائے گی

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

فہرست مضامین

04 قال اللہ تعالیٰ۔قال الرسول ﷺ۔قال المسیح الموعودؑ

05 منظوم کلام

06 امام وقت کی آواز

09 سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی زبان مبارک سے

14 نظم

15 حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ

21 حضرت صوفی احمد جان صاحب لدھیانویؓ

23 دار البیعت لدھیانہ

25 اپنا جائزہ لینے کا دن

27 چٹھی مسیح

30 آخر کتنے مسلمان، ہندو، یہودی، کرسچن حیوان ہیں؟

31 کائنات اور سائنس

36 ہم جس پہ مر رہے ہیں وہ ہے بات ہی کچھ اور

37 قضاء کی 100 سالہ تاریخ کا مختصر جائزہ

41 عشق و وفا کی لازوال داستانیں

45 جماعت احمدیہ جرمنی کا جوبلی تبلیغ پراجیکٹ TP2023

48 جلسہ ہائے یوم پیشگوئی مصلح موعودؓ، فروری 2019ء

ماہنامہ

اخبار احمدیہ

جرمنی

مارچ 2019ء | جلد نمبر 20 | شمارہ نمبر 3

مجلس ادارت

سرپرست

محترم عبداللہ واگس ہاؤزر صاحب

امیر جماعت احمدیہ جرمنی

مدیر اعلیٰ

محمد الیاس منیر

مدیران

محمد انیس دیالگڑھی۔شمس الحق انور

معاونین

سلطان احمد قمر۔سید سعادت احمد

ٹائٹل و ڈیزائنگ

مرزا لطف القدوس

کمپوزنگ

آفاق احمد زاہد، طارق محمود

مینیجر

میر لئیق محمود طاہر

پتہ

شعبہ اشاعت جماعت احمدیہ جرمنی

Genfer Str.11,

60437 Frankfurt am Main

Email:

akhbareahmadiyya@ahmadiyya.de

Tel & Fax: +49-69 50688722

04

09

06

15

21

23

30

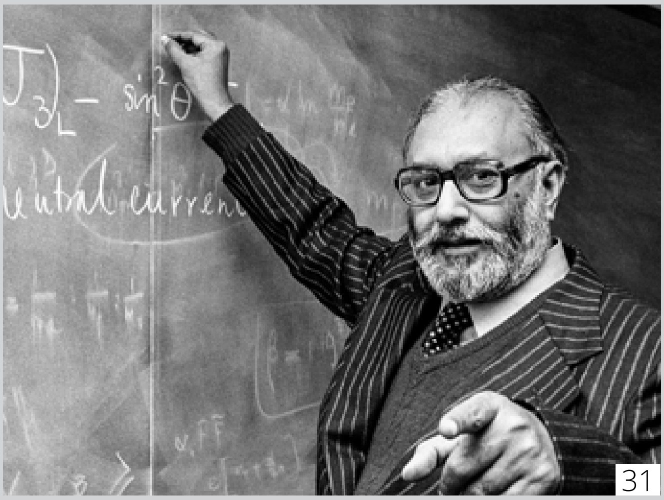
31

37

قال
اللّٰہ

هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَ دِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۙ وَلَوْكَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ (التوبہ: 33)

ترجمہ: وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ بھیجا تا کہ وہ اسے سب دینوں پر غالب کر دے خواہ مشرک کیسا ہی ناپسند کریں۔

قال
الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا يَذْهَبُ اللَّيْلُ وَ النَّهَارُ حَتَّى تُعْبَدُ اللَّاتُ وَالْعُزَّى فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ اِنْ كُنْتُ لَاَظُنُّ حِيْنَ اَنْزَلَ اللهُ هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَ دِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْكَرِهَ الْمُشْرِكُونَ (التوبہ ۳۳) اَنَّ ذٰلِكَ تَامًّا، قَالَ اِنَّهُ سَيَكُونُ مِنْ ذٰلِكَ مَا شَاءَ اللهُ، ثُمَّ يَبْعَثُ اللهُ رِيحاً طَيِّبَةً، فَتَوَفَّى كُلَّ مَنْ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ حَبَّةِ خَرْدَلٍ مِنْ اِيْمَانٍ، فَيَبْقَى مَنْ لَا خَيْرَ فِيْهِ، فَيَرْجِعُونَ اِلَى دِيْنِ اٰبَائِهِمْ (مسلم، کتاب الفتن، حدیث نمبر 2907)

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ رات اور دن ختم نہیں ہوں گے یہاں تک کہ لات اور عزیٰ کی پرستش کی جائے گی۔ تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں تو خیال کرتی تھی اور جب اللہ تعالیٰ نے اس آیت کو نازل کیا هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَ دِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۙ وَلَوْكَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ کہ یہ جو اظہار علی الدّین ہے یہ تو مکمل ہونے والا ہے یعنی غلبہ ہو جائے گا اور بالآخر اسلام کا ہی غلبہ رہے گا۔ اس پر حضور نے فرمایا کہ یہ بھی ہو گا جب اللہ چاہے گا۔ پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ ایک ایسی ہوا بھیجے گا جس کے نتیجہ میں ہر وہ شخص جس کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان ہے اس کی وفات ہو جائے گی اور باقی صرف وہ رہ جائے گا جس کے اندر خیر نہیں ہے پس پھر وہ لوٹ جائیں گے اپنے باپ دادوں کے دین کی طرف۔

قال
المسیح الموعود علیہ السلام

هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَ دِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ - لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِ اللهِ ظُلِمُوا وَ اِنَّ اللهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرٌ یہ آیات قرآنی الہامی پیرایہ میں اس عاجز کے حق میں ہیں اور رسول سے مراد مامور اور فرستادہ ہے جو دین اسلام کی تائید کے لئے ظاہر ہوا۔ اس پیشگوئی کا ماحصل یہ ہے کہ خدا نے جو اس مامور کو مبعوث فرمایا ہے یہ اس لئے فرمایا کہ تا اس کے ہاتھ سے دین اسلام کو تمام دینوں پر غلبہ بخشے اور ابتداء میں ضرور ہے کہ اس مامور اور اس کی جماعت پر ظلم ہو لیکن آخر میں فتح ہو گی اور یہ دین اس مامور کے ذریعہ سے تمام ادیان پر غالب آجائے گا اور دوسری تمام ملتیں بینہ کے ساتھ ہلاک ہو جائیں گی۔ دیکھو! یہ کس قدر عظیم الشان پیش گوئی ہے اور یہ وہی پیشگوئی ہے جو ابتداء سے اکثر علماء کہتے آئے ہیں کہ مسیح موعود کے حق میں ہے اور اس کے وقت میں پوری ہو گی اور براہین احمدیہ میں سترہ برس سے مسیح موعود کے دعوے سے پہلے درج ہے تا خدا اُن لوگوں کو شرمندہ کرے کہ جو اس عاجز کے دعویٰ کو انسان کا افتراء خیال کرتے ہیں۔ براہین خود گواہی دیتی ہے کہ اُس وقت اس عاجز کو اپنی نسبت مسیح موعود ہونے کا خیال بھی نہیں تھا اور پرانے عقیدہ پر نظر تھی لیکن خدا کے الہام نے اُسی وقت گواہی دی تھی کہ تو مسیح موعود ہے کیونکہ جو کچھ آثار نبویہ نے مسیح کے حق میں فرمایا تھا الہام الٰہی نے اس عاجز پر جما دیا تھا یہاں تک کہ اسی براہین احمدیہ میں نام بھی عیسیٰ رکھ دیا۔ (سراج منیر، روحانی خزائن جلد 12 صفحہ 42، 43)

سُنو اب وقتِ توحیدِ اَتم ہے

وہ آیا منتظر تھے جس کے دن رات
معمّہ کھل گیا روشن ہوئی بات
دِکھائیں آسماں نے ساری آیات
زمیں نے وقت کی دیدیں شہادات
پھر اس کے بعد کون آئیگا ہیہات
خدا سے کچھ ڈرو چھوڑو معادات
خدا نے اِک جہاں کو یہ سُنا دی
فَسُبۡحَانَ الَّذِیۡ اَخۡزَی الۡاَعَادِیۡ

مسیحِ وقت اَب دنیا میں آیا
خدا نے عہد کا دن ہے دِکھایا
مبارک وہ جو اَب ایمان لایا
صحابہؓ سے ملا جب مجھ کو پایا
وہی مَے اُن کو ساقی نے پلا دی
فَسُبۡحَانَ الَّذِیۡ اَخۡزَی الۡاَعَادِیۡ

خدا کا ہم پہ بس لُطف و کرم ہے
وہ نعمت کون سی باقی جو کم ہے
زمینِ قادیاں اَب مُحترم ہے
ہجومِ خَلق سے ارضِ حرَم ہے
ظہورِ عَون و نُصرت دمبدم ہے
حسد سے دُشمنوں کی پُشت خم ہے
سُنو اب وقتِ توحیدِ اتم ہے
سِتم اب مائلِ مُلکِ عدم ہے
خدا نے روک ظلمت کی اُٹھا دی
فَسُبۡحَانَ الَّذِیۡ اَخۡزَی الۡاَعَادِیۡ

(کلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام از مجموعہ آمین مطبوعہ 27 نومبر 1901ء)

امام وقت کی آواز

صداقت مسیح موعود علیہ السلام کے زندہ نشان

تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

آج 23/مارچ ہے اور یہ دن جماعت احمدیہ میں یوم مسیح موعودؑ کے حوالے سے یاد کیا جاتا ہے۔ یوم مسیح موعودؑ کے جلسے بھی جماعت اس دن کی مناسبت سے منعقد کرتی ہے۔ اس وقت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے بعض ارشادات پیش کروں گا جن میں آپؑ نے مسیح موعود کی بعثت کا مقصد اور ضرورت اور مقام بیان فرمایا ہے۔ آپؑ کے دعوے کے بعد نام نہاد مسلمان علماء نے عامۃ المسلمین کو آپ کے خلاف بھڑکانے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا لیکن اللہ تعالیٰ کی تائید سے آپؑ کی جماعت ترقی کر رہی ہے اور نیک فطرت لوگ جماعت میں شامل ہو رہے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام خدائی وعدوں کے مطابق اپنی آمد کا ذکر کرتے ہوئے اور یہ اعلان فرماتے ہوئے کہ میں ہی آنے والا مسیح موعود ہوں، فرماتے ہیں کہ:

”توحید حقیقی اور نبی کریم ﷺ کی عفت، عزت اور حقانیت اور کتاب اللہ کے منجانب اللہ ہونے پر ظلم اور زور کی راہ سے حملے کئے گئے ہیں تو کیا خدا تعالیٰ کی غیرت کا تقاضا نہیں ہونا چاہیے کہ اس کاسر الصلیب کو نازل کرے؟ کیا خدا تعالیٰ اپنے وعدہ اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَ اِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوۡنَ کو بھول گیا؟ یقیناً یاد رکھو کہ خدا کے وعدے سچے ہیں۔ اس نے اپنے وعدہ کے موافق دنیا میں ایک نذیر بھیجا ہے، دنیا نے اس کو قبول نہ کیا مگر خدا تعالیٰ اس کو ضرور قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی کو ظاہر کرے گا۔ میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ میں خدا تعالیٰ کے وعدہ کے موافق مسیح موعود ہو کر آیا ہوں چاہو تو قبول کرو۔ چاہو تو ردّ کرو۔ مگر تمہارے ردّ کرنے سے کچھ نہ ہوگا۔ خدا تعالیٰ نے جو ارادہ فرمایا ہے وہ ہو کر رہے گا کیونکہ خدا تعالیٰ نے پہلے سے براہین میں فرما دیا ہے کہ صَدَقَ اللّٰہُ وَرَسُوۡلُہٗ وَ کَانَ وَعۡدًا مَّفۡعُوۡلًا۔ یعنی اللہ اور اس کے رسول کی بات سچی نکلی اور خدا کا وعدہ پورا ہوا۔“

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 206)

پھر ایک موقع پر آپؑ نے فرمایا کہ:

منہاج نبوت پر اس سلسلہ کو آزمائیں اور پھر دیکھیں کہ حق کس کے ساتھ ہے۔ خیالی اصولوں اور تجویزوں سے کچھ نہیں بنتا اور نہ میں اپنی تصدیق خیالی باتوں سے کرتا ہوں میں اپنے دعویٰ کو منہاج نبوت کے معیار پر پیش کرتا ہوں پھر کیا وجہ ہے کہ اسی اصول پر اس کی سچائی کی آزمائش نہ کی جاوے۔ فرماتے ہیں کہ جو دل کھول کر میری باتیں سنیں گے میں یقین رکھتا ہوں کہ فائدہ اٹھاویں گے اور مان لیں گے لیکن جو دل میں بخل اور کینہ رکھتے ہیں ان کو میری باتیں کوئی فائدہ نہ پہنچا سکیں گی۔

فرمایا:

ہر ایک طالب حق کا حق ہے کہ وہ ہم سے ہمارے دعویٰ کا ثبوت مانگے۔ اس کے لئے ہم وہی پیش کرتے ہیں جو نبیوں نے پیش کیا۔ نصوص قرآنیہ اور حدیثیہ، عقلی دلائل یعنی موجودہ ضرورتیں جو مصلح کے لئے مستدعی ہیں۔ پھر وہ نشانات جو خدا نے میرے ہاتھ پر ظاہر کئے، میں نے ایک نقشہ مرتب کر دیا ہے۔ اس میں ڈیڑھ سو کے قریب نشانات دیئے ہیں جن کے گواہ کروڑوں انسان ہیں۔ بے ہودہ باتیں پیش کرنا سعادت مندی کا کام نہیں۔

آنحضرت ﷺ نے اسی لئے فرمایا تھا کہ وہ حکم ہو کر آئے گا۔ جن لوگوں کے دل میں شرارت ہوتی ہے وہ چونکہ ماننا نہیں چاہتے ہیں اس لئے بے ہودہ حجتیں اور اعتراض

پیش کرتے رہتے ہیں۔ مگر وہ یاد رکھیں کہ آخر خدا تعالیٰ اپنے وعدہ کے موافق زور آور حملوں سے میری سچائی ظاہر کرے گا۔ میں یقین رکھتا ہوں کہ اگر میں افتراء کرتا تو وہ مجھے فی الفور ہلاک کر دیتا مگر میرا سارا کاروبار اس کا اپنا کاروبار ہے اور میں اسی کی طرف سے آیا ہوں۔ میری تکذیب اس کی تکذیب ہے اس لئے وہ خود میری سچائی ظاہر کر دے گا۔

اس بات کو مزید کھول کر بیان کرتے ہوئے کہ مسیح موعودؑ کی تکذیب سے آنحضرت ﷺ کی تکذیب لازم آتی ہے، آپؑ فرماتے ہیں کہ مسیح موعود کے انکار سے رسول اللہ ﷺ کی کیوں تکذیب ہوتی ہے؟ اس طرح پر کہ آپ ﷺ نے جو وعدہ کیا تھا کہ ہر صدی کے سر پر مجدد آئے گا وہ معاذ اللہ جھوٹا نکلا پھر آپ نے امامکم منکم فرمایا تھا وہ بھی معاذ اللہ غلط ہوا ہے اور آپؐ نے جو صلیبی فتنہ کے وقت ایک مسیح و مہدی کے آنے کی بشارت دی تھی وہ معاذ اللہ غلط نکلی کیونکہ فتنہ تو موجود ہو گیا مگر وہ آنے والا امام نہ آیا۔ اب ان باتوں کو جب کوئی تسلیم کرے گا عملی طور پر، تو کیا وہ آنحضرت ﷺ کا مکذب ٹھہرے گا یا نہیں؟

فرمایا میں قرآن و حدیث کا مصدق و مصداق ہوں۔ مگر گمراہ نہیں مہدی ہوں میں کافر نہیں بلکہ انا اوّل المومنین کا مصداق صحیح ہوں اور جو کچھ میں کہتا ہوں خدا نے مجھ پر ظاہر کیا کہ یہ سچ ہے۔ جس کو خدا پر یقین ہے جو قرآن اور رسول اللہ ﷺ کو حق مانتا ہے اس کے لئے یہی حجت کافی ہے کہ میرے منہ سے سن کر خاموش ہو جائے لیکن جو دلیر اور بے باک ہے اس کا کیا علاج خدا خود اس کو سمجھائے گا۔

پس اگر ان لوگوں کے دل میں بخل اور ضد نہیں تو میری باتیں سنیں اور میرے پیچھے ہو لیں پھر دیکھیں کہ کیا خدا تعالیٰ ان کو تاریکی میں چھوڑتا ہے یا نور کی طرف لے جاتا ہے؟ میں یقین رکھتا ہوں کہ جو صبر اور صدق دل سے میرے پیچھے آتا ہے وہ ہلاک نہ کیا جاوے گا بلکہ وہ اس زندگی سے حصہ لے گا جس کو کبھی فنا نہیں۔

فرمایا: جس کا دل صاف ہے اور خدا ترسی اس میں ہے اس کے سامنے دوبارہ آنے کے متعلق حضرت عیسیٰؑ کا فیصلہ پیش کرتا ہوں وہ مجھے سمجھائے کہ یہودیوں کے سوال کے جواب میں کہ مسیح سے پہلے ایلیاء کا آنا ضروری ہے جو کچھ مسیح نے کہا وہ صحیح ہے یا نہیں؟

آپؑ فرماتے ہیں کہ مسیح یہ کہتے ہیں کہ آنے والا یہی یوحنا ہے چاہو تو اسے قبول کرو۔ ایک مومن جو خدا تعالیٰ پر ایمان لاتا ہے اور جانتا ہے کہ خدا کے فرستادے کس طرح آتے ہیں وہ یقین کرے گا کہ مسیح نے جو کچھ کہا اور کیا وہی صحیح اور درست ہے۔ فرمایا: اس وقت وہی معاملہ ہے یا کچھ اور ہے۔ بتاؤ؟ اگر خدا کا خوف ہو تو پھر بدن کانپ جاوے یہ کہنے کی جرأت کرتے ہوئے کہ یہ دعویٰ جھوٹا ہے۔ افسوس اور حسرت کی جگہ ہے کہ ان لوگوں میں اتنا بھی ایمان نہیں جتنا کہ اس شخص کا تھا جو فرعون کی قوم میں سے تھا اور جس نے یہ کہا اگر یہ کاذب ہے تو خود ہلاک ہو جائے گا۔ میری نسبت اگر تقویٰ سے کام لیا جاتا تو اتنا ہی کہہ دیتے اور دیکھتے کہ کیا خدا تعالیٰ میری تائیدیں اور نصرتیں کر رہا ہے یا میرے سلسلہ کو مٹا رہا ہے۔

حضور انور نے فرمایا: آج بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے وہ ایک آواز جو ایک چھوٹی سے بستی سے اٹھی تھی دنیا کے 210 ملکوں میں پھیلی ہوئی ہے اور یہی آپ کی سچائی کی دلیل بھی ہے۔ دور دراز کے علاقے جہاں تیس چالیس سال پہلے تک بھی احمدیت کے پہنچنے کا تصور نہیں تھا، نہ صرف وہاں پیغام پہنچا ہے بلکہ ایسے پختہ ایمان والے اللہ تعالیٰ پیدا فرما رہا ہے کہ حیرت ہوتی ہے۔ ایک واقعہ بیان کرتا ہوں۔

بینن میں 2012ء میں ایک جماعت قائم ہوئی تھی۔ وہاں ابراہیم صاحب نے احمدیت قبول کی احمدیت قبول کرنے کے بعد اخلاص و وفا میں بہت ترقی کی اور اپنے رشتہ داروں کو تبلیغ کرنی شروع کی۔ ان کے بھائی نے ان کی تبلیغ سے تنگ آ کر ان سے لڑائی کرنی شروع کر دی لیکن یہ تبلیغ کرتے رہے۔ اور ان کی کوششوں سے ارد گرد کے تین گاؤں احمدیت میں شامل ہو گئے۔ تو ان کے بھائی نے اپنے ایک دوست کے ساتھ مل کر ان کے قتل کا منصوبہ بنایا۔ ابراہیم صاحب کہتے ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ ان کا بڑا بھائی اور اس کا دوست کوئی گڑھا کھود کر اس میں کچھ ڈال رہے ہیں۔ خواب کے تین دن بعد ہی ان کے بڑے بھائی کا دوست اچانک بیمار ہوا اور اس کی موت ہو گئی۔ اس پر ان کے بھائی نے کہنا شروع کر دیا کہ اس نے کوئی جادو ٹونہ کر دیا ہے میرے دوست کو۔ کچھ عرصہ بعد یہ کہتے ہیں کہ میں نے پھر ایک خواب دیکھی کہ ان کا بھائی ایک درخت کے ساتھ لگ کر خود کو ماپ رہا ہے۔ اس علاقے میں یہ رواج ہے کہ جب کوئی فوت ہو جاتا ہے تو اس کی قبر کھودنے کے لئے ایک درخت کے تنے کی چھال کے ساتھ میت کو ماپا جاتا ہے تا کہ قبر اس کے سائز کے مطابق بنائی جائے کہتے ہیں کچھ دن کے بعد بڑے بھائی کی حاملہ بیوی بیمار ہوئی اور دو دن کے اندر فوت ہو گئی۔ ان کے بھائی نے مشہور کر دیا کہ یہ جادو ٹونہ کرنے والا شخص ہے اور وہاں کے مقامی چیف کو شکایت کی اور مدد کے لئے کہا۔ اس نے کچھ پیسے مانگے کہ یہ لے کر آؤ میں اس کا علاج کرتا ہوں۔ ان کے بھائی نے رقم ادا کر دی۔ چیف نے ابراہیم صاحب کو بلایا اور بڑے غصے میں کہا کہ یہ تم نے کیا تماشہ بنایا ہوا ہے؟ نیا مذہب اختیار کیا ہے۔ اس کو فوراً چھوڑ دو ورنہ کل کا سورج نہیں تم دیکھ سکو گے۔ ابراہیم صاحب کہنے لگے کہ مذہب تو میں نے سچ سمجھ کر قبول کیا ہے اس کو تو میں چھوڑ نہیں سکتا اور رہی بات مرنے کی تو زندگی موت اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے اس پر چیف نے کہا کہ اس علاقے کا خدا میں ہوں میں جو چاہتا ہوں کرتا ہوں اور تم لوگ یہ اچھی طرح جانتے ہو کہ میں کیا فیصلہ کرنے لگا ہوں اور جس کو میں یہ کہہ دوں کہ وہ کل تک مر جائے گا تو وہ ضرور مرتا ہے۔ ابراہیم صاحب نے کہا کہ ٹھیک ہے تم اپنے روایتی لوگوں کو کہتے ہو گے لیکن میں اس بارے میں تمہیں کچھ نہیں کہتا۔ مگر دین نہیں چھوڑوں گا کیونکہ حقیقت یہی ہے اور سچا اسلام یہی ہے اس پر اس کو مزید غصہ آیا۔ اس نے کہا کہ ان کو کمرے میں بند کر دو۔ ابراہیم صاحب نے ان لوگوں کو کہا کہ تم میرے بیچ میں نہ پڑو اور اس معاملے کو چھوڑ دو۔ خیر یہ لوگ لالچی ہوتے ہیں، کچھ رقم لے کے انہوں نے ان کو چھوڑ دیا۔ اگلے دن اطلاع ملی کہ اس کو چیف کو فالج ہو گیا اور وہ ہلنے جلنے کے قابل نہ رہا اور دو دن بعد ہی وہ فوت ہو گیا۔ یہ دیکھ کر ان کے بڑے بھائی جو ان کے مخالف تھے انہوں نے خاندان والوں سے کہا کہ ہماری صلح کرا دیں۔ انہوں نے کہا میری تو کسی سے لڑائی تھی ہی نہیں۔ ہم تو ایسے ہی صلح جو ہیں اور اسلام کا حقیقی پیغام بھی یہی ہے۔ اس نشان کا اس علاقے میں بہت اثر ہوا اور بڑا چرچا ہوا اور احمدیت کی سچائی ثابت ہوئی۔ تو یہ چیزیں

ہیں جو آج بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تائید میں ثابت ہو رہی ہیں۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

دیکھو میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ہزاروں نشان میری تصدیق کے ظاہر ہوئے ہیں اور ہو رہے ہیں اور آئندہ بھی ہوں گے۔ یہ نہیں کہ بند ہو گئے۔ آپؑ فرماتے ہیں کہ آئندہ ہوں گے۔ اگر یہ انسان کا منصوبہ ہوتا تو اس قدر تائید و نصرت اس کی ہرگز نہ ہوتی۔ یہ اللہ تعالیٰ کا ہی منصوبہ ہے جس کی وجہ سے تائید ہو رہی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بعض لوگوں کے اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے کہ ہم اسلام کی تعلیم پر جو عمل کر رہے ہیں۔ پہلے ہی اتنے فرقے ہیں تو پھر ایک نیا فرقہ بنانے کی کیا ضرورت ہے اور آپؑ کی جماعت میں شامل ہونے کی کیا ضرورت ہے؟ آپؑ فرماتے ہیں کہ وہ اس طرح پر دھوکہ دیتے ہیں اور کچھ تعجب نہیں کہ بعض لوگ جو ناواقف ہوتے ہیں ایسی باتوں کو سُن کر دھوکہ کھا جاویں۔ آپؑ فرماتے ہیں کہ یاد رکھو کہ ایسی باتیں کم سمجھی اور معرفت کے نہ ہونے کے نتیجہ میں ہیں۔ میرا اپنا کام نہیں ہے۔ میں نے تو یہ سلسلہ قائم نہیں کیا۔ یہ تو اللہ تعالیٰ نے قائم کیا ہے۔ کیونکہ ایمانی حالت کمزور ہوتے ہوتے یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ ایمانی قوت بالکل ہی معدوم ہو گئی ہے اور اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ حقیقی ایمان کی روح پھونکے جو اس سلسلہ کے ذریعہ سے اس نے چاہا ہے ایسی صورت میں ان لوگوں کا اعتراض بے جا اور بے ہودہ ہے۔ پس بے شک ظاہری عمل تو مسلمان کرتے ہیں لیکن روح ان میں نہیں ہے تقویٰ نہیں ہے۔ آپؑ فرماتے ہیں کہ اگر مسلمان کہلانے والوں کے اعمال اعمالِ صالحہ ہیں تو پھر ان کے پاک نتائج کیوں نہیں پیدا ہوتے۔

اس بات کی وضاحت فرماتے ہوئے کہ مسیح موعود کی آمد کا مقصد اندرونی اور بیرونی فتنوں اور حملوں سے اسلام کو محفوظ کرنا ہے اور آنحضرت ﷺ نے بھی اسی بات کی خبر دی ہے، آپؑ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے آخری زمانے کے واسطے خبر دی تھی کہ اس وقت دو رنگ کے فتنے ہوں گے۔ ایک اندرونی دوسرا بیرونی۔ اندرونی فتنہ یہ ہو گا کہ مسلمان سچی ہدایت پر قائم نہیں رہیں گے اور شیطانی عمل دخل کے نیچے آ جائیں گے۔ اور بیرونی فتنہ یہ ہو گا کہ آنحضرت ﷺ کی پاک ذات پر افتراء کئے جائیں گے اور یہ بھی آجکل بہت بڑھ کر ہو رہا ہے اور ہر قسم کے دل آزار حملوں سے اسلام کی توہین اور تخریب کی جاوے گی۔ مسیح کی خدائی کو منوانے کے لئے اور اس کی صلیبی لعنت پر ایمان لانے کے واسطے ہر ایک قسم کے حیلے اور تدابیر عمل میں لائی جاویں گی۔

حضور انور نے فرمایا: پس ہم نے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مانا ہے ہمارے اللہ تعالیٰ سے تعلق اور تقویٰ کے معیار دوسرے مسلمانوں سے بلند ہونے چاہئیں۔ ہماری عملی حالت دوسروں سے بہتر ہونی چاہیے۔ ہمارے عمل ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے مطابق اور صالح ہونے چاہئیں۔ فرمایا عمل صالح کیا چیز ہے؟ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے ایمان کے ساتھ عمل صالح بھی رکھا ہے۔ عمل صالح اسے کہتے ہیں جس میں ایک ذرہ بھی فساد نہ ہو۔ یاد رکھو کہ انسان کے عمل پر ہمیشہ چور پڑا کرتے ہیں۔ وہ چور کیا ہیں؟ وہ ہیں، ریاکاری، عجب، عجب یہ ہے کہ وہ عمل کر کے اپنے نفس میں خوش ہوتا ہے۔ اور قسم قسم کی بدکاریاں اور گناہ جو اس سے صادر ہوتے ہیں ان سے اعمال باطل ہو جاتے ہیں۔ فرمایا کہ عمل صالح وہ ہے جس میں ظلم عجب ریاء تکبر اور حقوق انسانی کے تلف کرنے کا خیال تک نہ ہو۔ جیسے آخرت میں انسان عمل صالح سے بچتا ہے ویسے ہی دنیا میں بھی بچتا ہے۔ یعنی آخرت میں بھی نیک اعمال کی وجہ سے بچاؤ کا سامان ہو گا اچھے نیک عمل ہوں گے تو اللہ تعالیٰ راضی ہو گا اور انعامات سے نوازے گا اسی طرح دنیا میں بھی اگر نیک عمل ہوں گے تو بہت سی دنیاوی پریشانیوں اور تکلیفوں سے انسان بچ جاتا ہے۔ اگر ایک آدمی بھی گھر بھر میں عمل صالح والا ہو تو سب گھر بچا رہتا ہے۔ اب اس وقت تم نے توبہ کی ہے اب آئندہ خدا تعالیٰ دیکھنا چاہتا ہے کہ اس توبہ سے اپنے آپ کو تم نے کتنا صاف کیا۔ ہمیشہ استغفار کرتے رہنا چاہیے کہ انسان ہر ایک گناہ کے لئے خواہ وہ ظاہر کا ہو خواہ باطن کا خواہ اسے علم ہو یا نہ ہو اور ہاتھ اور پاؤں اور زبان اور ناک اور کان اور آنکھ اور سب قسم کے گناہوں سے استغفار کرتا رہے۔ اس لئے استغفار کرو تا کہ جسم کا ہر حصہ گناہوں سے بچا رہے۔ فرمایا آجکل آدم علیہ السلام کی دعا پڑھنی چاہیے اور وہ کیا دعا ہے کہ: رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَ اِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَ تَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ یہ دعا اول ہی سے قبول ہو چکی ہے۔ غفلت سے زندگی بسر مت کرو جو شخص غفلت سے زندگی نہیں گزارتا، ہرگز امید نہیں کہ وہ کسی فوق الطاقت بلا میں مبتلا ہو۔ فرمایا کہ کوئی بلا بغیر اذن کے نہیں آتی جیسے مجھے یہ دعا الہام ہوئی کہ: رَبِّ كُلُّ شَيْءٍ خَادِمُكَ رَبِّ فَاحْفَظْنِيْ وَانْصُرْنِيْ وَارْحَمْنِيْ۔ فرماتے ہیں کہ ہمارا ایمان ہے کہ سب اس کے ہاتھ میں ہے خواہ اسباب سے کرے خواہ بلا اسباب۔ اللہ تعالیٰ کوئی ذریعہ بناتا ہے یا نہیں بناتا۔ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں سب کچھ ہے۔ اس لئے یہ دعا پڑھنی چاہیے اور ان دونوں دعاؤں کی طرف توجہ دیں اور سمجھیں۔

پس ہم میں سے ہر احمدی کو اپنا جائزہ لینا چاہیے کہ اگر ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مانا ہے تو کیا اس ماننے اور بیعت کا حق ادا کرنے والے بھی ہیں؟ اکثر میرے جائزے میں یہ بات آتی ہے کہ ہم میں سے کئی ایسے ہیں جو نمازیں پوری طرح ادا نہیں کرتے۔ نمازوں کی طرف توجہ ہی نہیں ہے۔ استغفار کی طرف تو بالکل توجہ نہیں بعضوں کی۔ ایک دوسرے کے حقوق ادا کرنے کی طرف توجہ نہیں۔ اگر یہ حالت ہے تو ہم کس طرح کہہ سکتے ہیں کہ ہم اعمالِ صالح بجالانے والے ہیں۔ ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کا حق ادا کرنے والے ہیں۔ دوسرے نہ مان کر گنہگار ہو رہے ہیں اور ہم مان کر بھی اپنے اندر تبدیلی پیدا نہ کر کے، ایک عہد کر کے پھر اسے پورا نہ کرنے کی وجہ سے گنہگار ہو رہے ہیں۔ پس بڑی فکر سے ہم میں سے ہر ایک کو اپنے جائزے لینے کی ضرورت ہے اللہ تعالیٰ کرے کہ ہم صرف رسمی طور پر یومِ مسیح موعود منانے والے نہ ہوں بلکہ مسیح موعود کو قبول کرنے کا حق ادا کرنے والے ہوں اور ہر قسم کے اندرونی اور بیرونی فتنوں سے بچنے والے ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہمیں اپنی پناہ میں رکھے اور ہر بلا اور ہر مشکل سے بچائے۔

(از خطبہ جمعہ فرمودہ 23 مارچ 2018ء شائع کردہ دفتر صدر مجلس انصار اللہ بھارت)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی زبان مبارک سے

یومِ مسیح موعود علیہ السلام کی تاریخی اہمیت اور اس کے تقاضے

تشہد وتعوذ اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

آج 23 مارچ ہے۔ جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ آج کا دن جماعت احمدیہ کی تاریخ میں بڑی اہمیت رکھتا ہے کیونکہ آج سے 118 سال پہلے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ تعالیٰ کے اِذن سے بیعت کا آغاز فرمایا تھا اور یوں جماعت کا قیام عمل میں آیا تھا۔ یہ دن اسلام کی نشأۃ ثانیہ کے لئے سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس لئے اُس وقت اسلام کے جو حالات تھے اس کے بارے میں تھوڑا سا پس منظر بھی بیان کر دیتا ہوں۔ اُس وقت جو مسلمانوں کی حالت تھی، اُس سے ہر وہ مسلمان جس کے دل میں اسلام کا درد تھا، بے چین تھا۔ برصغیر میں آریوں اور عیسائی پادریوں اور ان کے مبلغین نے اسلام پر بے انتہا تابڑ توڑ حملے شروع کئے ہوئے تھے۔ انتہائی شدید حملے تھے کہ مسلمان علماء بھی اُس وقت سہمے رہتے تھے اور ان کے پاس ان حملوں کا کوئی جواب نہیں تھا۔ کچھ تو لاجواب ہونے کی وجہ سے اسلام کو چھوڑ کر عیسائیت کی جھولی میں گرتے جا رہے تھے اور کچھ بالکل اسلام سے لاتعلق ہو رہے تھے۔ عیسائیت اور دوسرے مذاہب جو حملہ کرنے والے تھے، اُس وقت ان کا مقابلہ کرنے کے لئے اگر کوئی شخص تھا تو ایک ہی جری اللہ تھا، یعنی حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام۔ آپ نے پاک و ہند میں اس وقت کے تمام مذاہب یعنی آریہ سماج، برہمو سماج یا عیسائیت کے ماننے والے، جو اس وقت اسلام اور بانی اسلام ﷺ پر تحریر و تقریر سے خوفناک حملے کر رہے تھے، ان سب کو اپنی معرکہ آراء کتاب براہین احمدیہ میں جو آپ نے چار حصوں میں تحریر فرمائی تھی ایسے دندان شکن جواب دیئے کہ ان کو خاموش کرا دیا۔ اس کا پہلا اور دوسرا حصہ 1880ء میں اور تیسرا حصہ 1882ء میں اور چوتھا حصہ 1884ء میں شائع فرمایا۔ اس میں آپ نے قرآن کریم کے کلام الٰہی اور بے نظیر ہونے اور اسی طرح آنحضرت

ﷺ کے دعویٰ نبوت میں سچے اور صادق ہونے کے ناقابل تردید دلائل بیان فرمائے اور فرمایا کہ مَیں نے جو دلائل دیئے ہیں، جو ان دلائل کو ردّ کرے گا اس کے لئے چیلنج ہے کہ اگر ان کا تیسرا حصہ یا چوتھا حصہ یا پانچواں حصہ بھی دلائل دے دے تو دس ہزار روپے انعام دوں گا، جو اس وقت ایک بہت بڑی رقم تھی۔ اس کتاب نے مسلمانوں کے حوصلے بلند کئے اور ان حملہ آوروں کے منصوبوں کو بھی خاک میں ملا دیا۔ اسلام کی خاطر آپ کے اس جوش کو دیکھ کر آپ سے ارادت کا تعلق رکھنے والے بعض مخلصین آپ کی خدمت میں عرض کرتے تھے کہ آپ ہماری بیعت لیں۔ لیکن آپ انکار فرماتے رہے جب تک کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو اس بات کا حکم نہیں ملا۔ حکم ملنے پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک اعلان یکم دسمبر 1888ء کو تبلیغ کے نام سے شائع فرمایا جس میں آپ نے فرمایا کہ:

’’مَیں اس جگہ ایک اور پیغام بھی خلق اللہ کو عموماً اور اپنے بھائی مسلمانوں کو خصوصاً پہنچاتا ہوں کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ جو لوگ حق کے طالب ہیں وہ سچا ایمان اور سچی ایمانی پاکیزگی اور محبت مولیٰ کا راہ سیکھنے کے لئے اور گندی زیست اور کاہلانہ اور غدّارانہ زندگی کے چھوڑنے کیلئے مجھ سے بیعت کریں۔ پس جو لوگ اپنے نفسوں میں کسی قدر یہ طاقت پاتے ہیں انہیں لازم ہے کہ میری طرف آویں کہ مَیں ان کا غم خوار ہوں گا اور ان کا بار ہلکا کرنے کیلئے کوشش کروں گا اور خدا تعالیٰ میری دعا اور میری توجہ میں ان کیلئے برکت دے گا بشرطیکہ وہ ربانی شرائط پر چلنے کیلئے بدل و جان تیار ہوں گے۔ یہ ربّانی حکم ہے جو آج مَیں نے پہنچا دیا ہے۔ اس بارہ میں عربی الہام یہ ہے اِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ۔ وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا۔ اَلَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ۔ يَدُاللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ‘‘ (یعنی جب تُو نے اس خدمت کیلئے قصد کر لیا تو خدائے تعالیٰ پر بھروسہ کر اور یہ کشتی ہماری آنکھوں کے رُوبرو اور ہماری وحی سے بنا۔ جو لوگ تجھ سے بیعت کریں گے وہ تجھ سے نہیں، خدا سے بیعت کریں گے۔ خدا کا ہاتھ ہو گا جو ان کے ہاتھ پر ہو گا)۔

(مجموعہ اشتہارات جلد اول صفحہ 188 مطبوعہ لندن)

پھر آپ نے 12 رجنوری 1889ء کو ایک اعلان تکمیل تبلیغ

کے نام سے شائع فرمایا اور اس میں یکم دسمبر 1888ء کے اشتہار کا حوالہ دے کر 10 شرائط بیعت درج فرمائیں۔ ان شرائط بیعت کو ہم سب جانتے ہیں لیکن یاد دہانی کیلئے تا کہ یاد تازہ ہو جائے اور احمدی بھی اس سے استفادہ کرلیں اور کیونکہ ایم ٹی اے بڑے وسیع حلقہ میں غیروں میں بھی سنا جاتا ہے وہ بھی اندازہ کرسکیں کہ یہ شرائط کیا ہیں، ان شرائط کو مَیں پڑھ دیتا ہوں۔

پہلی شرط آپ نے فرمائی: ''بیعت کنندہ سچے دل سے عہد اس بات کا کرے کہ آئندہ اس وقت تک کہ قبر میں داخل ہو جائے شرک سے مجتنب رہے گا۔''

''دوم یہ کہ جھوٹ اور زنا اور بدنظری اور ہر ایک فسق و فجور اور ظلم اور خیانت اور فساد اور بغاوت کے طریقوں سے بچتا رہے گا اور نفسانی جوشوں کے وقت ان کا مغلوب نہیں ہو گا اگرچہ کیسا ہی جذبہ پیش آوے''۔

شرط سوم ''یہ کہ بلاناغہ پنجوقتہ نماز موافق حکم خدا اور رسول کے ادا کرتا رہے گا اور حتی الوسع نماز تہجد کے پڑھنے اور اپنے نبی کریم ﷺ پر درود بھیجنے اور ہر روز اپنے گناہوں کی معافی مانگنے اور استغفار کرنے میں مداومت اختیار کرے گا اور دلی محبت سے خدا تعالیٰ کے احسانوں کو یاد کر کے اس کی حمد اور تعریف کو اپنا ہر روزہ وِرد بنائے گا''۔

شرط چہارم ''یہ کہ عام خلق اللہ کو عموماً اور مسلمانوں کو خصوصاً اپنے نفسانی جوشوں سے کسی نوع کی ناجائز تکلیف نہیں دے گا، نہ زبان سے نہ ہاتھ سے نہ کسی اور طرح سے''۔

شرط پنجم ''یہ کہ ہر حال رنج اور راحت اور عُسر اور یُسر اور نعمت اور بلا میں خدا تعالیٰ کے ساتھ وفاداری کرے گا اور بہر حالت راضی بقضا ہو گا اور ہر ایک ذلّت اور دکھ کے قبول کرنے کیلئے اس کی راہ میں تیار رہے گا اور کسی مصیبت کے وارد ہونے پر اس سے منہ نہیں پھیرے گا بلکہ آگے قدم بڑھائے گا''۔

شرط ششم ''یہ کہ اتباع رسم اور متابعت ہوا و ہوس سے باز آجائے گا اور قرآن شریف کی حکومت کو بکلّی اپنے سر پر قبول کرے گا۔ اور قال اللہ اور قال الرسول کو اپنے ہر یک راہ میں دستور العمل قرار دے گا''۔

شرط ہفتم ''یہ کہ تکبّر اور نخوت کو بکلّی چھوڑ دے گا اور فروتنی اور عاجزی اور خوش خُلقی اور حلیمی اور مسکینی سے زندگی بسر کرے گا''۔

آٹھویں شرط ''یہ کہ دین اور دین کی عزت اور ہمدردیٔ اسلام کو اپنی جان اور اپنے مال اور اپنی عزت اور اپنی اولاد اور اپنے ہر یک عزیز سے زیادہ تر عزیز سمجھے گا''۔

نویں شرط ''یہ کہ عام خلق اللہ کی ہمدردی میں محض للہ مشغول رہے گا اور جہاں تک بس چل سکتا ہے اپنی خداداد طاقتوں اور نعمتوں سے بنی نوع کو فائدہ پہنچائے گا''۔

دسویں شرط ''یہ کہ اس عاجز سے (یعنی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے) عقدِ اخوت محض للہ باقرار طاعت در معروف باندھ کر اس پر تاوقت مرگ قائم رہے گا اور اس عقد اخوت میں ایسا اعلیٰ درجہ کا ہو گا کہ اس کی نظیر دنیوی رشتوں اور تعلقوں اور تمام خادمانہ حالتوں میں پائی نہ جاتی ہو''۔

(مجموعہ اشتہارات جلد اول صفحہ 190-189 مطبوعہ لندن)

آج جماعت احمدیہ کا خلافت سے جو رشتہ قائم ہے وہ بھی اس لئے ہے کہ اس عہد بیعت کے تحت ہر احمدی اصل میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ تعلق جوڑ رہا ہے اور پھر اس سیڑھی پر قدم رکھتے ہوئے آنحضرت ﷺ اور خدا تعالیٰ سے تعلق قائم ہوتا ہے۔ کاش آج کے مسلمان بھی یہ نکتہ سمجھ جائیں اور زمانے کے مسیح کا انکار کرنے کی وجہ سے طرح طرح کی جن مشکلات میں مبتلا ہیں، اُن سے نجات پائیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مشن جیسا کہ مَیں نے شروع میں بتایا تھا، آنحضرت ﷺ کی حکومت کو دنیا میں قائم کرنا اور قرآن کریم کی حقانیت کو ثابت کرنا تھا۔ اس مقصد کیلئے آپؑ نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اذن ہونے کے بعد ایک پاک جماعت کے قیام کا اعلان فرمایا اور بیعت لی۔ آپؑ کا آنحضرت ﷺ سے عشق انتہا کو پہنچا ہوا تھا اور آپؑ آنحضرت ﷺ کے مقام کی حقیقی پہچان رکھتے تھے۔ بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ اگر کسی کو پہچان تھی تو وہ صرف حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تھی۔ آپؑ ایک جگہ آنحضرت ﷺ کے مقام کے بارے میں فرماتے ہیں کہ:

''مَیں ہمیشہ تعجب کی نگاہ سے دیکھتا ہوں کہ یہ عربی نبی جس کا نام محمدؐ ہے (ہزار ہزار درُود اور سلام اس پر) یہ کس عالی مرتبہ کا نبی ہے۔ اس کے عالی مقام کا انتہا معلوم نہیں ہو سکتا اور اس کی تاثیر قدسی کا اندازہ کرنا انسان کا کام نہیں۔ افسوس کہ جیسا حق شناخت کا ہے اُس کے مرتبہ کو شناخت نہیں کیا گیا۔ وہ توحید جو دنیا سے گم ہو چکی تھی، وہی ایک پہلوان ہے جو دوبارہ اس کو دنیا میں لایا۔ اس نے خدا سے انتہائی درجہ پر محبت کی اور انتہائی درجہ پر بنی نوع کی ہمدردی میں اُس کی جان گداز ہوئی۔ اس لئے خدا نے جو اُس کے دل کے راز کا واقف تھا اُس کو تمام انبیاء اور تمام اوّلین و آخرین پر فضیلت بخشی اور اُس کی مرادیں اُس کی زندگی میں اُس کو دیں۔ وہی ہے جو سر چشمہ ہر ایک فیض کا ہے اور وہ شخص جو بغیر اقرار افاضہ اُس کے کسی فضیلت کا دعویٰ کرتا ہے وہ انسان نہیں ہے بلکہ ذرّیّت شیطان ہے۔ کیونکہ ہر ایک فضیلت کی کنجی اس کو دی گئی ہے''۔

(حقیقۃ الوحی روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 118 -119 مطبوعہ لندن)

پھر آپؑ فرماتے ہیں:

''وہ انسان جس نے اپنی ذات سے، اپنی صفات سے، اپنے افعال سے، اپنے اعمال سے، اور اپنے روحانی اور پاک قویٰ کے پُر زور دریا سے کمال تام کا نمونہ علماً و عملاً و صدقاً و ثباتاً دکھلایا اور انسان کامل کہلایا......وہ انسان جو سب سے زیادہ کامل اور انسان کامل تھا اور کامل نبی تھا اور کامل برکتوں کے ساتھ آیا جس سے روحانی بعث اور حشر کی وجہ سے دنیا کی پہلی قیامت ظاہر ہوئی اور ایک عالَم کا عالَم مرا ہوا اس کے آنے سے زندہ ہو گیا، وہ مبارک نبی حضرت خاتم الانبیاء، امام الاصفیاء، ختم المرسلین، فخر النبییّن جناب محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں۔ اے پیارے خدا! اس پیارے نبی پر وہ رحمت اور درُود بھیج جو ابتداء دنیا سے تو نے کسی پر نہ بھیجا ہو''۔

(اتمام الحجۃ۔ روحانی خزائن جلد 8 صفحہ 308 مطبوعہ لندن)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی جماعت سے بھی یہ توقع رکھتے تھے اور یہ تعلیم دیتے تھے کہ قرآن اور آنحضرت ﷺ سے سچا عشق اور محبت قائم ہو۔ اسی لئے شرائط بیعت میں قرآن کریم کی تعلیم اپنے پر لاگو کرنے اور آنحضرت ﷺ پر درُود بھیجنے کی طرف آپ نے خاص توجہ دلائی ہے۔ ایک جگہ آپؑ فرماتے ہیں: ''اور تمہارے

لئے ایک ضروری تعلیم یہ ہے کہ قرآن شریف کو مہجور کی طرح نہ چھوڑ دو کہ تمہاری اسی میں زندگی ہے۔ جو لوگ قرآن کو عزت دیں گے وہ آسمان پر عزت پائیں گے۔ جو لوگ ہر ایک حدیث اور ہر ایک قول پر قرآن کو مقدم رکھیں گے ان کو آسمان پر مقدم رکھا جائے گا۔ نوع انسان کیلئے رُوئے زمین پر اب کوئی کتاب نہیں مگر قرآن۔ اور تمام آدم زادوں کیلئے اب کوئی رسول اور شفیع نہیں مگر محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم۔ سو تم کوشش کرو کہ سچی محبت اس جاہ وجلال کے نبی کے ساتھ رکھو اور اُس کے غیر کو اُس پر کسی نوع کی بڑائی مت دو تا آسمان پر تم نجات یافتہ لکھے جاؤ اور یاد رکھو کہ نجات وہ چیز نہیں جو مرنے کے بعد ظاہر ہو گی بلکہ حقیقی نجات وہ ہے کہ اسی دنیا میں اپنی روشنی دکھلاتی ہے۔ نجات یافتہ کون ہے؟ وہ جو یقین رکھتا ہے جو خدا سچ ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اُس میں اور تمام مخلوق میں درمیانی شفیع ہے۔ اور آسمان کے نیچے نہ اس کے ہم مرتبہ کوئی اور رسول ہے اور نہ قرآن کے ہم رتبہ کوئی اور کتاب ہے۔ اور کسی کیلئے خدا نے نہ چاہا کہ وہ ہمیشہ زندہ رہے مگر یہ برگزیدہ نبی ہمیشہ کیلئے زندہ ہے"۔

(کشتیٔ نوح۔ روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 14-13 مطبوعہ لندن)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کام مسلمانوں کو آنحضرت ﷺ کے مقام کی پہچان کروانا اور دوسرے مذاہب کے حملوں سے بچانا تھا اور نہ صرف بچانا بلکہ اسلام کی خوبصورت تعلیم کو دنیا میں پھیلانا بھی تھا، اُس ہدایت سے دنیا کو روشناس کروانا بھی تھا جو آخری شرعی نبی کی حیثیت سے اللہ تعالیٰ نے آپ پر اتاری تھی اور جس کے متعلق روایات میں آتا ہے کہ آخری زمانے میں مسیح و مہدی نے آ کر یہ کام کرنا ہے کہ اسلام کو تمام ادیان پر اللہ تعالیٰ کی مدد سے غالب کرنا ہے۔ آپؑ نے یہ دعویٰ فرمایا کہ وہ مسیح و مہدی جو آنا تھا وہ مَیں ہوں اور اپنے دعوے کی سچائی میں آپؑ نے بیشمار پیشگوئیاں فرمائیں جو بڑی شان سے پوری ہوئیں۔ ان میں زلازل کی پیشگوئیاں بھی ہیں، طاعون کی پیشگوئی بھی ہے اور دوسری پیشگوئیاں ہیں۔ پس یہ تمام نشانیاں جو آپؑ کی تائید میں پوری ہوئیں، یہ زمینی اور آسمانی آفات کی پیشگوئیاں جو آپؑ کی تائید میں پوری ہوئیں، یہ آپؑ کی سچائی پر دلیل تھیں۔ پھر آنحضرت ﷺ کی یہ عظیم الشان پیشگوئی کہ ہمارے مہدی کی نشانیوں میں سے ایک عظیم نشانی چاند اور سورج کا خاص تاریخوں میں گرہن لگنا ہے جو پہلے کبھی کسی کی نشانی کے طور پر اس طرح نہیں ہوا کہ نشانی کا اظہار پہلے کیا گیا ہو اور دعویٰ بھی موجود ہو۔ ان سب باتوں کے ساتھ ایک شخص کا دعویٰ کہ آنے والا مسیح و مہدی میں ہوں اگر اپنی امان چاہتے ہو تو میری عافیت کے حصار میں داخل ہو جاؤ۔ یہ سب کچھ اتفاقات نہیں تھے۔ عقل رکھنے والوں کیلئے، سوچنے والوں کیلئے، یہ سوچنے کا مقام ہے۔ احمدی خوش قسمت ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اس موعود کی جماعت میں شامل ہونے کی توفیق عطا فرمائی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت میں شامل ہونے کے بعد ہم نے بھی اس پیغام کو جس کو لے کر آپؑ اٹھے تھے، دنیا میں پھیلانا ہے تا کہ خدا کی توحید دنیا میں قائم ہو اور آنحضرت ﷺ کا جھنڈا تمام دنیا میں لہرائے۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کا کام ہے، یہ تو ہونا ہے۔ ہم نے تو اس کام میں ذرا سی کوشش کر کے ثواب کمانا ہے، ہمارا صرف نام لگنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تو سعید فطرت لوگوں کو توحید پر قائم کرتے ہوئے آنحضرت ﷺ کی امت میں شامل کرنے کا فیصلہ کیا ہوا ہے اس لئے اس نے اپنے مسیح و مہدی کو بھیجا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

"خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ ان تمام روحوں کو جو زمین کی متفرق آبادیوں میں آباد ہیں، کیا یورپ اور کیا ایشیا، اُن سب کو جو نیک فطرت رکھتے ہیں، توحید کی طرف کھینچے اور اپنے بندوں کو دین واحد پر جمع کرے۔ یہی خدا تعالیٰ کا مقصد ہے جس کیلئے مَیں دنیا میں بھیجا گیا۔ سو تم اِس مقصد کی پیروی کرو مگر نرمی اور اخلاق اور دعاؤں پر زور دینے سے"۔

(الوصیۃ۔ روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 307-306 مطبوعہ لندن)

پس یہ خدا تعالیٰ کا منشاء ہے کہ اب دنیا میں اپنے اس پاک نبی ﷺ کی حکومت قائم کرے۔ گو آجکل دنیا کے حالات دیکھتے ہوئے یہ بات بظاہر بڑی مشکل نظر آتی ہے لیکن اگر غور کریں تو وہ شخص جو قادیان (جو پنجاب کی ایک چھوٹی سی بستی ہے) میں اکیلا تھا۔ اس مسیح و مہدی کی زندگی میں ہی لاکھوں ماننے والے اس کو اللہ تعالیٰ نے دکھا دیئے۔ بلکہ یورپ و امریکہ تک آپ کے نام اور دعوے کی شہرت ہوئی اور آپ کو ماننے والے پیدا ہوئے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ہر دن جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت پر چڑھتا ہے وہ ہمیں ترقی کی نئی راہیں دکھاتا ہوا چڑھتا ہے۔ آج (2007ء۔ ناقل) 185 ممالک میں آپؑ کی جماعت کا قیام اس بات کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ آپؑ ہی وہ مسیح و مہدی ہیں جس نے اس زمانے میں تمام دنیا کو دین واحد پر جمع کرنا تھا۔ دنیا کے تمام براعظموں کے اکثر ملکوں میں اللہ تعالیٰ کے منشاء کی عملی صورت ہمیں بیعتوں کی شکل میں نظر آ رہی ہے۔ آج بھی اگر کوئی اسلام کا دفاع کر رہا ہے تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیم سے فیضیاب ہو کر آپؑ کو ماننے والا ہی کر رہا ہے۔ آج عرب دنیا بھی اس بات کی گواہ ہے کہ عیسائیت کے ہاتھوں گزشتہ چند سالوں سے عرب مسلمان کس قدر زچ ہو رہے تھے، کتنے تنگ تھے۔ اللہ کے اس پہلوان کے تربیت یافتوں نے ہی عرب دنیا میں عیسائیت کا ناطقہ بند کیا۔ کیونکہ آج اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت سے وہ دلائل قاطعہ صرف حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہی دیئے گئے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ کی توحید کو قائم کیا جا سکتا ہے اور دنیا کے غلط عقائد کا منہ بند کیا جا سکتا ہے۔ آج اتنی آسانی سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی برہان کی روشنی سے عقائد باطلہ کا جوڑ توڑ کیا جا رہا ہے، مختلف وسائل استعمال ہوتے ہیں، یہ بھی اللہ تعالیٰ کے وعدے کے مطابق ہے جو اس نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اس الہام کی صورت میں فرمایا تھا کہ "مَیں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا"۔ یہ پیغام جو اتنی آسانی سے ہم دنیا کے کناروں تک پہنچا رہے ہیں یہ بھی اس بات کی دلیل اور تائید ہے۔ ایک چھوٹی سی غریب جماعت جس کے پاس نہ تیل کی دولت ہے نہ دوسرے دنیاوی وسائل ہیں اس بارے میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ آج کل کی اس دنیا کے ماڈرن ذرائع اور وسائل استعمال کر کے تبلیغ کی جا سکتی ہے۔ جیسا کہ مَیں نے کہا یہ بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کی دلیل ہے۔ آج ہم اللہ تعالیٰ کے آپؑ سے کئے گئے وعدوں کو نئے سے نئے رنگ میں

پورا ہوتا دیکھ رہے ہیں۔ آج اللہ تعالیٰ کے اس الہام کو ایک اور شان کے ساتھ بھی پورا ہوتے دیکھ رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت کو آج ایک نئے سیٹلائٹ کے ذریعہ سے جو عرب دنیا کیلئے خاص ہے ایک نئے چینل mta3 اَلْعَرَبِيَّة جاری کرنے کی توفیق عطا فرمائی ہے جو 24 گھنٹے عربی پروگرام پیش کرے گا تاکہ عرب دنیا کی پیاسی روحیں، نیک فطرت اور سعید روحیں اُن خزائن سے فیضیاب ہوسکیں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تقسیم فرمائے تھے۔ اس چینل کی وجہ سے مخالفت بھی شروع ہے۔ وہاں عرب میں بھی جماعت کے مخالفین ہیں۔ اس کمپنی کو بھی دھمکیاں مل رہی ہیں جس سے سیٹلائٹ کا یہ معاہدہ ہوا ہے۔ لیکن جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: خدا چاہتا ہے کہ اب یہ پیغام پہنچے، اس لئے اب یہ خدا کے منشاء کے مطابق پہنچے گا اور کوئی اس کو روکنے والا نہیں۔ انشاء اللہ۔ دعا بھی کریں اللہ تعالیٰ ان مدد کرنے والوں کو بھی ہر شر سے محفوظ رکھے، جو اس پیغام کو پہنچانے میں مدد کر رہے ہیں اور انہیں اپنے معاہدوں پر قائم رہنے کی بھی توفیق دے۔ اور سعید روحوں کو اس روحانی مائدہ سے فیض پانے کی بھی توفیق دے۔ مجھے اس بارے میں تو ذرا بھی شک نہیں کہ مسلمانوں کی اکثریت انشاء اللہ تعالیٰ اس پیغام کو قبول کرے گی۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے وعدہ ہے۔

ایک الہام ہے۔ ''اِنِّیْ مَعَکَ یَا ابْنَ رَسُوْلِ اللّٰہِ۔ سب مسلمانوں کو جو رُوئے زمین پر ہیں جمع کرو عَلٰی دِیْنٍ وَّاحِدٍ''۔

(تذکرۃ۔ صفحہ 490۔ ایڈیشن چہارم 2004ء مطبوعہ ربوہ + ملفوظات جلد 8 صفحہ 266 مطبوعہ لندن نومبر 1984ء)

جو پہلا حصہ ہے اس کا عربی ترجمہ ہے، مَیں تیرے ساتھ ہوں اے رسول اللہ کے بیٹے۔ اس کے متعلق آپ فرماتے ہیں:

''یہ امر جو ہے کہ سب مسلمانوں کو جو روئے زمین پر ہیں جمع کرو۔ عَلٰی دِیْنٍ وَّاحِدٍ۔ یہ ایک خاص قسم کا امر ہے''۔ فرمایا کہ ''احکام اور امر دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک شرعی رنگ میں ہوتے ہیں جیسے نماز پڑھو، زکوٰۃ دو، خون نہ کرو۔ وغیرہ۔ ...اس قسم کے اوامر میں ایک پیشگوئی بھی ہوتی ہے کہ گویا بعض ایسے بھی ہوں گے جو اس کی خلاف ورزی کریں گے۔ غرض یہ امر شرعی ہے۔ ...دوسرا امر کونی ہوتا ہے اور یہ احکام اور امر قضاء و قدر کے رنگ میں ہوتے ہیں جیسے قُلْنَا یٰنَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا اور وہ پورے طور پر وقوع میں آ گیا۔ (جب آگ کو ٹھنڈے ہونے کا حکم ملا تو وہ ٹھنڈی ہوگئی) اور یہ امر جو میرے اس الہام میں ہے یہ بھی اسی قسم کا معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ مسلمانانِ روئے زمین عَلٰی دِیْنٍ وَّاحِدٍ جمع ہوں اور وہ ہو کر رہیں گے۔ ہاں اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ ان میں کوئی کسی قسم کا بھی اختلاف نہ رہے۔ اختلاف بھی رہے گا مگر وہ ایسا ہوگا جو قابل ذکر اور قابل لحاظ نہیں''۔

(الحکم جلد 9 نمبر 42 مورخہ 30/ نومبر 1905ء صفحہ 2۔ ملفوظات جلد 8 صفحہ 267-266 مطبوعہ لندن نومبر 1984ء)

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو جلد اس آواز پر لبیک کہتے ہوئے دین واحد پر جمع ہونے کی توفیق عطا فرمائے اور ہم اپنی زندگیوں میں یہ نظارے دیکھیں۔ آج جیسا کہ مَیں نے کہا کہ mta3 اَلْعَرَبِيَّة کا اجراء بھی ہو رہا ہے، اس لئے اس مناسبت سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الفاظ میں، آپؑ نے عربوں کو مخاطب ہو کر جو پیغام دیا ہے اس کا کچھ حصہ پڑھتا ہوں۔ اس کا تو صرف مَیں ترجمہ ہی پڑھوں گا۔ اللہ تعالیٰ جلد عرب دنیا کے بھی سینے کھولے اور وہ زمانے کے امام کو پہچان لے۔

آپؑ عرب دنیا کو اپنا پیغام دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

''السلام علیکم! اے عرب کے تقویٰ شعار اور برگزیدہ لوگو! السلام علیکم، اے سرزمین نبوت کے باسیو! اور خدا کے عظیم گھر کی ہمسائیگی میں رہنے والو! تم اقوام اسلام میں سے بہترین قوم ہو اور خدائے بزرگ و برتر کا سب سے چنیدہ گروہ ہو۔ کوئی قوم تمہاری عظمت کو نہیں پہنچ سکتی۔ تم شرف و بزرگی میں اور مقام و مرتبہ میں سب پر سبقت لے گئے ہو۔ تمہارے لئے تو یہی فخر کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی وحی کا آغاز حضرت آدم سے کر کے اس نبی پر ختم کیا جو تم میں سے تھا اور تمہاری ہی زمین اس کا وطن اور مولد و مسکن تھی۔ تم کیا جانو کہ اس نبی کی کیا شان ہے۔ وہ محمد مصطفیٰ ؐ ہے، برگزیدوں کا سردار، نبیوں کا فخر، خاتم الرسل اور دنیا کا امام۔ آپ ﷺ کا احسان ہر انسان پر ثابت ہے اور آپ کی وحی نے تمام گزشتہ رموز و معارف اور نکات عالیہ کو اپنے اندر سمیٹ لیا ہے۔ اور جو معارف حقہ اور ہدایت کے راستے معدوم ہو چکے تھے ان سب کو آپؐ کے دین نے زندہ کر دیا۔ اے اللہ! تو روئے زمین پر موجود پانی کے تمام قطروں اور ذرّوں اور زندوں اور مردوں اور جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ ظاہر یا مخفی ہے ان سب کی تعداد کے برابر آپ ﷺ پر رحمت اور سلامتی اور برکت بھیج۔ اور ہماری طرف سے آپؐ کو اس قدر سلام پہنچا جس سے آسمان کناروں تک بھر جائے۔ مبارک ہے وہ قوم جس نے محمد ﷺ کی اطاعت کا جوا اپنی گردن پر رکھا۔ اور مبارک ہے وہ دل جو آپ ﷺ تک جا پہنچا اور آپؐ میں کھو گیا اور آپؐ کی محبت میں فنا ہو گیا۔ اے اس زمین کے باسیو جس پر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے مبارک قدم پڑے اللہ تم پر رحم کرے اور تم سے راضی ہو جائے اور تمہیں راضی برضا کر دے۔ اے بندگان خدا! مجھے تم پر بہت حسن ظن ہے اور میری روح تم سے ملنے کیلئے پیاسی ہے۔ مَیں تمہارے وطن اور تمہارے بابرکت وجودوں کو دیکھنے کیلئے تڑپ رہا ہوں تاکہ میں اس سرزمین کی زیارت کرسکوں جہاں حضرت خیر الوریٰ ﷺ کے مبارک قدم پڑے اور اس مٹی کو اپنی آنکھوں کیلئے سرمہ بنالوں اور مَیں مکّہ اور اس کے صلحاء اور اس کے مقدس مقامات اور اس کے علماء کو دیکھ سکوں اور تاکہ میری آنکھیں وہاں کے اولیاء کرام سے مل کر اور وہاں کے عظیم مناظر کو دیکھ کر ٹھنڈی ہوں۔ پس میری خدا تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مجھے اپنی بے پایاں عنایت سے آپ لوگوں کی سرزمین کی زیارت نصیب فرمائے اور آپ لوگوں کے دیدار سے مجھے خوش کر دے۔ اے میرے بھائیو! مجھے تم سے اور تمہارے وطنوں سے بے پناہ محبت ہے۔ مجھے تمہاری راہوں کی خاک اور تمہاری گلیوں کے پتھروں سے بھی محبت ہے اور مَیں تم ہی کو دنیا کی ہر چیز پر ترجیح دیتا ہوں۔ اے عرب کے جگر گوشو! اللہ تعالیٰ نے آپ لوگوں کو خاص طور پر بے پناہ برکات، بے شمار خوبیوں اور عظیم فضلوں کا وارث بنایا ہے۔ تمہارے ہاں خدا کا وہ گھر ہے جس کی وجہ سے اُمّ القریٰ کو برکت بخشی گئی اور تمہارے درمیان اس مبارک نبی کا روضہ ہے جس نے توحید کو دنیا کے تمام ممالک میں پھیلایا اور اللہ تعالیٰ کا جلال ظاہر

کیا تم ہی میں سے وہ لوگ تھے جنہوں نے اپنے سارے دل اور ساری روح اور کامل عقل و سمجھ کے ساتھ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مدد کی اور خدا کے دین اور اس کی پاک کتاب کی اشاعت کیلئے اپنے مال اور جانیں فدا کر دیں۔ بے شک یہ فضائل آپ لوگوں ہی کا خاصہ ہیں اور جو آپ کی شایان شان عزت و احترام نہیں کرتا وہ یقیناً ظلم و زیادتی کا مرتکب ہوتا ہے۔ اے میرے بھائیو! مَیں آپ کی خدمت میں یہ خط ایک زخمی دل اور بہتے ہوئے آنسوؤں کے ساتھ لکھ رہا ہوں۔ پس میری بات سنو، اللہ تعالیٰ تمہیں اس کی بہترین جزا عطا فرمائے''۔

(عربی عبارت کا اردو ترجمہ۔ آئینہ کمالات اسلام۔ روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 419 تا 422 مطبوعہ لندن)

پھر آپؑ فرماتے ہیں:

''اے عرب کے شریف النفس اور عالی نسب لوگو! میں قلب و روح سے آپ کے ساتھ ہوں۔ مجھے میرے ربّ نے عربوں کے بارے میں بشارت دی ہے اور الہاماً فرمایا ہے کہ مَیں اُن کی مدد کروں اور انہیں ان کا سیدھا راستہ دکھاؤں اور ان کے معاملات کی اصلاح کروں اور اس کام کی انجام دہی میں مجھے آپ لوگ انشاء اللہ تعالیٰ کامیاب و کامران پائیں گے۔ اے عزیزو! اللہ تعالیٰ تبارک و تعالیٰ نے اسلام کی تائید اور اس کی تجدید کیلئے مجھ پر اپنی خاص تجلیات فرمائی ہیں اور مجھ پر اپنی برکات کی بارش برسائی ہے اور مجھ پر قسم ہا قسم کے انعامات کئے ہیں اور مجھے اسلام اور نبی کریم ﷺ کی اُمّت کی بدحالی کے وقت میں اپنے خاص فضلوں اور فتوحات اور تائیدات کی بشارت دی ہے۔ پس اے عرب قوم! مَیں نے چاہا کہ تم لوگوں کو بھی ان نعمتوں میں شامل کروں۔ مَیں اس دن کا شدت سے منتظر تھا۔ پس کیا تم خدائے ربّ العالمین کی خاطر میرا ساتھ دینے کیلئے تیار ہو؟''

(عربی سے اُردو ترجمہ، حمامۃ البشریٰ۔ روحانی خزائن جلد 7 صفحہ 183-182 مطبوعہ لندن)

پس اے سرزمین عرب کے باسیو! آج مَیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نمائندے کی حیثیت سے خدائے ربّ العالمین کے نام پر تم سے درخواست کرتا ہوں کہ حضرت محمد مصطفی ﷺ کے اس روحانی فرزند کی آواز پر لبّیک کہو جس کی تعلیم اور اس کے رسول ﷺ سے عشق کی چند باتیں یا مثالیں مَیں نے پیش کی ہیں اگر اس مسیح و مہدی کے کلام میں ڈوب کر دیکھو تو خدائے واحد و یگانہ سے تعلق اور پیار اور حضرت محمد مصطفی ﷺ سے عشق اور آپؐ کیلئے غیرت کے جذبات کے علاوہ اس میں اور کچھ نظر نہیں آئے گا۔ صاف دل ہو کر اگر دیکھو گے تو جماعت احمدیہ کی 100 سال سے زائد کی تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ جماعت کی زندگی کا ہر لمحہ خدا تعالیٰ کی تائید و نصرت کے نظارے دیکھتا رہا ہے۔ آج اس سیٹلائٹ کے ذریعہ سے آپ تک وسیع پیمانے پر یہ پیغام پہنچنا بھی اس تائید و نصرت کی ایک کڑی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آج یہ انتظام فرما دیا ہے کہ حضرت مسیح موعود الصلوٰۃ والسلام کو ماننے والی ایک چھوٹی سی غریب جماعت، پیسہ پیسہ جوڑ کر، صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر اس زمانے کے امام کا پیغام تمہیں سیٹلائٹ کے ذریعہ سے پہنچانے کی سعادت حاصل کر رہی ہے۔ پس بدظنی سے بچتے ہوئے کہ یہ اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں، حسن ظن سے کام لیتے ہوئے اس جری اللہ کی تائید و نصرت کیلئے خدا تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کیلئے کھڑے ہو جاؤ اور مخالفت پر کمر بستہ ہونے کی بجائے اس مسیح و مہدی کی آواز پر کان دھرو جسے خدا تعالیٰ نے اسلام کی نشأۃ ثانیہ کیلئے اپنے وعدے کے مطابق جو اس نے آنحضرت ﷺ سے کیا تھا مبعوث فرمایا ہے۔ پس آؤ اور اس مسیح و مہدی کے منکرین میں شامل ہونے کی بجائے اس کے دست راست بن جاؤ کہ آج اُمّت مسلمہ بلکہ تمام دنیا کی نجات حضرت محمد مصطفی ﷺ کے اس عاشق صادق کا ہاتھ بٹانے میں ہی ہے۔

اے عرب کے رہنے والو! دلوں میں خوف خدا پیدا کرتے ہوئے، خدا کیلئے اس درد بھری آواز پر کان دھرو اور اس درد کو محسوس کرو جس کے ساتھ یہ مسیح و مہدی تمہیں پکار رہا ہے۔ آؤ اور اس کے سلطانِ نصیر بن جاؤ۔ یاد رکھو کہ یہ اللہ تعالیٰ کا اُس سے وعدہ ہے کہ اُسے دنیا پر غالب کرے گا۔ تم نہیں تو تمہاری نسلیں اس برکت سے فیض پائیں گی اور پھر وہ یقیناً اس بات پر تأسّف اور افسوس کریں گی کہ کاش ہمارے بزرگ بھی آنحضرت ﷺ کے ارشاد کو سمجھتے ہوئے اس عاشق رسول اللہ ﷺ اور مسیح و مہدی کے معین و مددگار بن جاتے اور اس کی جماعت میں شامل ہو جاتے۔ اللہ کرے کہ تم لوگ آج اس حقیقت کو سمجھ لو۔ اللہ تعالیٰ ہماری یہ عاجزانہ دعائیں قبول فرمائے۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 23/مارچ 2007ء مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل لندن مؤرخہ 13 تا 19 اپریل 2007ء ص 5 تا 8)

غیر قانونی آمد پر چندہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت میں وقفِ نو کلاس (منعقدہ جرمنی) کے دوران ایک واقفِ نو نے سوال کیا کہ پاکستان سے جو نئے لوگ یہاں اسائلم پر آتے ہیں انہیں بالعموم کام کی اجازت نہیں ہوتی لیکن ان میں سے کچھ لوگ پھر بھی کام کر رہے ہوتے ہیں۔ اور پھر جب وہ کام کرتے ہیں تو اس پر ٹیکس یا انشورنس وغیرہ بھی ادا نہیں کرتے۔ تو کیا ایسے لوگوں کو چندہ دینا چاہئے؟ اس پر حضورانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

جو بھی غیر قانونی کام کے ذریعہ آمد پیدا ہو رہی ہے اس پر ہمیں چندہ نہیں لینا چاہئے۔ اسی لئے میں تو کئی خطبوں میں بھی کہہ چکا ہوں کہ ٹیکس نہ چوری کرو۔ ٹیکس نہ بچاؤ۔ یہ غلط طریق کار ہے۔ پھر یہ ہے کہ اگر تم شرعی لحاظ سے بھی غلط کام کر رہے ہو، شراب بیچ رہے ہو جس کے بارہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شراب بیچنے والا، شراب کشید کرنے والا، شراب پلانے والا، شراب بنانے والا یہ سب لعنتی اور جہنمی ہیں۔ تو ایسی صورت میں پھر ہم چندہ کیسے لے سکتے ہیں؟ قرآن کریم نے اس حد تک اجازت دی کہ اگر تم بھوک سے مر رہے ہو تو تم سؤر کھا سکتے ہو۔

حضورانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: سؤر بھی اب ہمارے لئے ایک بہت بڑا ہوّا بن گیا ہوا ہے اور لوگ سؤر کا سر لا کر ہماری مسجدوں میں رکھ دیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہم نے مسلمانوں کے جذبات اُبھار دیئے۔ حالانکہ اس میں جذبات اُبھارنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اگر ایک سر پڑا ہوا ہے تو ان سے کہو کہ تین چار اور لا کر رکھ دو تو وہ خود ہی خاموش ہو جائیں گے۔

حضورانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: تو اضطراری طور پر تو سؤر کھانے کی بھی اجازت ہے لیکن صرف اُن کیلئے جن کو اضطرار ہے، ہمارے لئے نہیں۔ جماعت کو کوئی ایسی ضرورت نہیں ہے کہ غیر قانونی کمائی کا یا غیر شرعی کام کی کمائی کا چندہ لے۔ جو ایسا کرتے ہیں وہ غلط کرتے ہیں۔ میں خطبوں میں انتظامیہ کو بھی کئی دفعہ کہہ چکا ہوں۔

(الفضل انٹرنیشنل 02/جون 2017ء تا 08 جون 2017ء)

مسیحِ زماںؑ احمدِ قادیانی

نہ آنسو نہ آہیں نہ سوزِ نہانی! — تری زندگی بھی ہے کیا زندگانی

بدل جائیں اب بھی جو اطوار تیرے — یہی لن ترانی ہے سوفَ ترانی

سلیقہ نہیں تجھ کو رونے کا ورنہ — بڑے کام کا ہے یہ آنکھوں کا پانی

بھروسہ نہ کر عالمِ رنگ وبُو پر — ڈھلکتی سی چھاؤں ہے دنیائے فانی

یہ صبحِ بنارس ہے شامِ غریباں — یہ شامِ اودھ ہے فقط اک کہانی

کہاں ہے وہ متھرا کا مہر درخشاں — کہاں ہیں وہ مُرلی کی تانیں سُہانی

کہاں ہیں وہ اجداد و اسلاف تیرے — کہاں ہیں وہ عہدِ گذشتہ کے بانی

نہ کر ناز عمرِ دو روزہ پہ ناداں — بڑی بے بھروسہ ہے یہ زندگانی

اٹھا دل کو اس گلشنِ ماسوا سے — لگا اس خدا سے جو لَو ہے لگانی

اٹھو کُھل گئے آسماں کے دریچے — سُنو آ گیا وہ مسیحائے ثانی

وہ طُور و حِرا کی اداؤں کا محرم — وہ عہدِ محبّت کی زندہ نشانی

وہ عرفان و یزداں میں ظِلِّ محمدؐ — وہ فرقِ ولایت کا تاجِ کیانی

وہ بُرجِ سعادت کا ماہِ منوّر — وہ درجِ حقیقت کا لعلِ یمانی

وہ جانِ شریعت وہ رُوحِ طریقت — وہ اقلیمِ عِفّت کا صاحب قرانی

وہ مہدیٔ دوراں تمنائے مِلّت — مسیحِ زماںؑ احمدِ قادیانی

مصلح الدین احمد راجیکی (مرحوم)

(روزنامہ الفضل ربوہ 24/جنوری 1961ء)

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خسر اور جانثار صحابی

حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ

محترم حافظ مظفر احمد صاحب ناظر اصلاح وارشاد مقامی پاکستان

ہمارے آقا و مولا حضرت محمد مصطفیٰ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کے روحانی فرزند اور بروز مسیح و مہدی کے دور آخرین کے صحابہ میں سے وَمِنْهُمْ مَنْ يَنْتَظِرُ کے جس مصداق کا ذکر اس وقت مقصود ہے وہ حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ ہیں، جنہیں حضرت مسیح موعودؑ کے خسر اور حضرت سیدہ نصرت جہاں ام المومنینؓ کے والد اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے نانا اور حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ و رابعؒ کے پڑنانا ہونے کا فخر حاصل ہے۔ اور ہمارے موجودہ امام بھی اسی مبشر اولاد کی نسل سے ہیں۔

میر صاحب سترہویں صدی عیسوی کے دلی کے مشہور صوفی اور اردو کے بہترین شاعر حضرت خواجہ میر درد کی نسل سے تھے۔ جن کے والد حضرت خواجہ محمد ناصر اپنے وقت کے مجدد تھے۔ وہ مغلیہ فوج کے سردار تھے مگر طبیعت عبادت و ریاضت کی طرف ایسی مائل ہوئی کہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر عبادت و ریاضت میں لگ گئے۔ اس دوران کشفی حالت میں حضرت امام حسن بن علی مرتضیٰ کو دیکھا، اس نورانی وجود نے انہیں اپنے سینہ سے لگا کر علوم و معرفت سے بھر دیا اور فرمایا کہ میں آنحضرت صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کے منشاء سے آپ کو خانوادۂ نبوت کی ایک خاص نعمت عطا کرنے آیا ہوں، جس کی ابتداء تجھ سے اور انجام مہدی موعود علیہ السلام پر ہے۔ اور بشارت دی کہ آپ کی بیعت کرنے والے کا نام آفتاب کی طرح چمکتا رہے گا۔ اس پر انہوں نے اپنے جس بیٹے خواجہ میر درد کی بیعت لی۔ وہ فرمایا کرتے تھے کہ

”مہدی موعود ایک نیّرِ اعظم ہے جس کے انوار میں باقی تمام فرقوں کی روشنی گم ہوجائیگی۔“

خواجہ ناصرؒ کی یہ پیشگوئی 1884ء میں ایک رنگ میں حضرت میر ناصر نواب صاحب کی صاحبزادی حضرت سیدہ نصرت جہاں کے ساتھ مہدیٔ دوراں حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؑ کے عقد سے پوری ہوئی۔

جس کے آٹھ سال بعد حضرت میر ناصر نواب صاحب حضرت مرزا صاحب مسیح و مہدیؑ کی بیعت کی توفیق پا کر آپؑ کے اس شعر کے مصداق ہو گئے:

مبارک وہ جو اب ایمان لایا
صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا

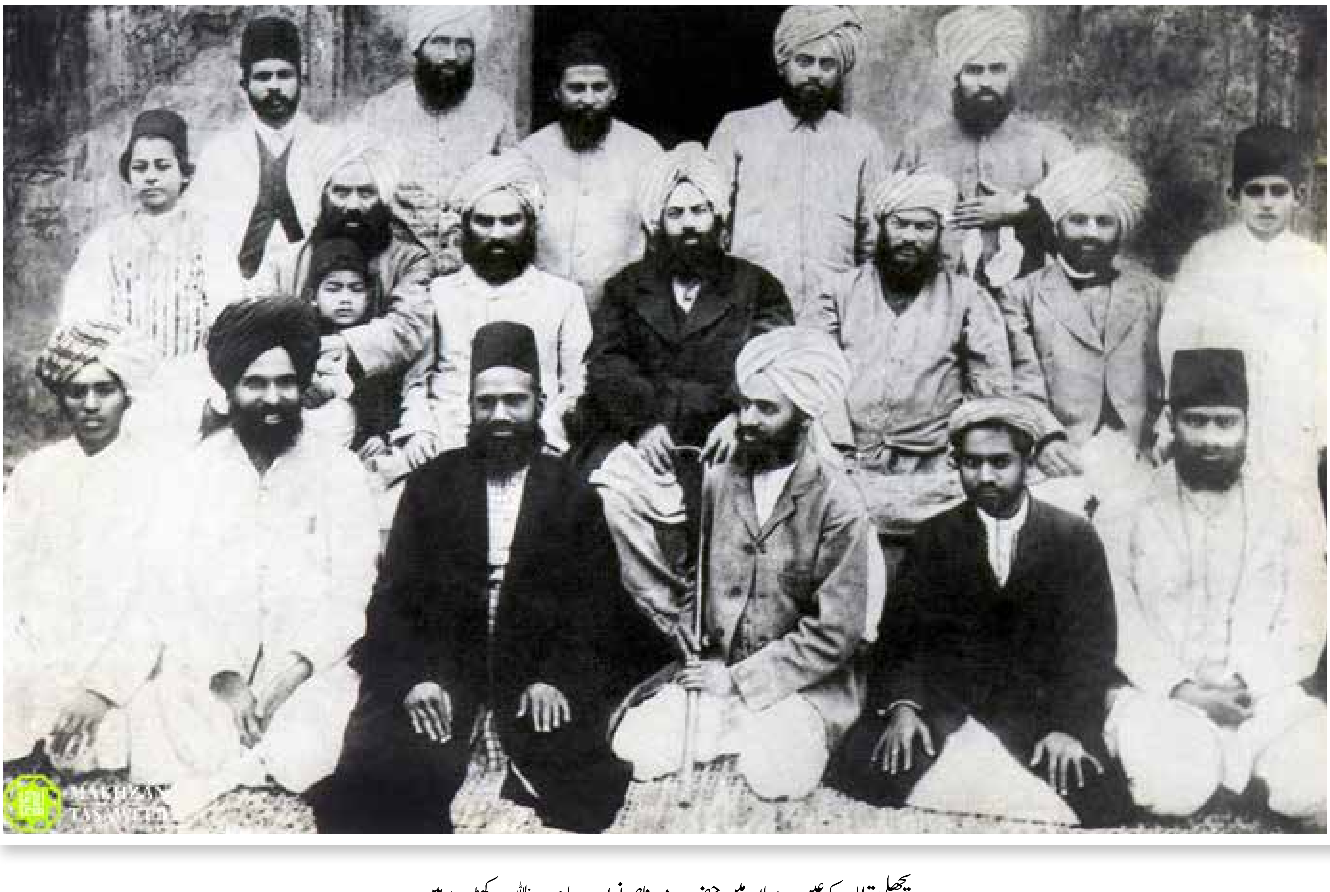

پچھلی قطار کے عین درمیان میں حضرت میر ناصر نواب صاحب رضی اللہ عنہ کھڑے ہیں

حضرت میر صاحب صرف رشتہ مصاہرت کے لحاظ سے ہی حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کے مثیل نہ تھے بلکہ ان کے پاکیزہ خصائل دعا، عبادت اور انکساری کے پہلو سے سیرت صدیقی کی شان رکھتے ہیں تو حق گوئی و بے باکی میں حضرت عمرؓ کی ادائیں جھلکتی نظر آتی ہیں۔ وہ قائدانہ صلاحیتوں اور ہمدردئ خلق میں ابوالمساکین حضرت جعفرؓ کے رنگ میں رنگین ہیں تو اپنے آقا و مطاع پر طعنہ زنی کرنے والوں کے بالمقابل شاعر دربارِ نبوی ﷺ حضرت حسان بن ثابتؓ کی طرح سینہ سپر ہیں۔ مگر سیرت کے ان دلکش نظاروں سے پہلے حضرت میر صاحب کے سوانح کا مختصر تذکرہ ضروری ہے۔ حضرت میر صاحب کے والد ناصر امیر اور دادا امیر ہاشم علی تھے۔ جو دلی کے مشہور و ممتاز سندی سادات گھرانہ سے تھے۔ بچپن میں ہی والد کے انتقال کے بعد دو ہمشیرہ کے ساتھ یتیم رہ گئے تھے۔ جائیداد بھی خاندان سے جا چکی تھی۔ ابھی یتیمی و غربت کے صدمہ کا اثر باقی تھا کہ 1857ء کے فسادات پھوٹ پڑے۔ انگریزوں نے چند ماہ کے محاصرہ کے بعد جب دلی کو دوبارہ فتح کیا تو وہ قتل عام اور لوٹ مار ہوئی کہ خدا کی پناہ!

میر ناصر صاحب بھی اپنے کنبہ کے ہمراہ دلّی چھوڑ کر نکلے۔ لوگ اپنی اپنی قیمتی چیزیں اٹھا رہے تھے اور میر صاحب کی والدہ نے آپ کے والد مرحوم کا قرآن شریف اٹھا لیا اور دلی سے گیارہ میل کے فاصلہ پر قطب صاحب کی خانقاہ کی حویلی میں جا کر پناہ لی۔ شومئ قسمت کہ وہاں بھی انگریز فوج حملہ آور ہوگئی اور آپ کے چند عزیز بھی مارے گئے وہاں سے بہ ہزار دقّت اپنے ماموں ناصر حسین ڈپٹی کلکٹر محکمہ نہر کی کرم فرمائی سے پانی پت گئے جہاں اڑھائی برس ان کے ہاں قیام کیا اور بارہ سال کی عمر میں واپس دلی آئے۔ اس کے بعد تعلیم کی غرض سے اپنے دوسرے ماموں کے پاس مادھوپور ضلع گورداسپور میں چار سال قیام کیا۔ آپ کے یہ ماموں رتڑ چھتڑ والوں کے مرید ہوگئے تھے اور خانوادہ میر درد مبتلائے بدعات نام کا حنفی رہ گیا جس سے بیزاری کا اظہار کرتے ہوئے آپ خاندان شاہ ولی اللہ سے دینی محبت کے باعث اہلحدیث ہوگئے۔

میر صاحب 16 برس کے تھے کہ آپ کی والدہ نے سادات خاندان کی ایک مبارک خاتون سے آپ کی شادی کر دی جس کی نیک سیرت پر خود حضرت میر صاحب نے شاندار گواہی دی کہ اس بابرکت بیوی نے نہایت ہی وفاداری سے میرے ساتھ اوقات بسر کی۔ کبھی میری طاقت سے بڑھ کر تکلیف نہ دی۔ میرے بچوں کو بہت ہی شفقت اور جانفشانی سے پالا اور بہر حال عسر و یسر میرا ساتھ دیا۔ ایسی بیویاں دنیا میں کم میسر آتی ہیں۔ یہ میری خوش نصیبی ہے جس کا میں شکر گزار ہوں۔ اس مبارک ماں سے وہ لڑکی پیدا ہوئی جس کو رسول اللہ ﷺ کی پیشگوئی ”یتزوج و یولد لہ“ کے مطابق مسیح موعودؑ کی حرم اور مبشر اولاد اور مومنوں کی بھی ماں بننا تھا۔

حضرت میر صاحب فرماتے ہیں: ”شادی کے تین سال بعد میرے گھر میں اللہ کے فضل و کرم سے ایک با اقبال اور نیک نصیب لڑکی پیدا ہوئی جو لڑکوں سے زیادہ مجھے عزیز ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے عالی شان مرتبہ بخشا ہے وہ ہمارے زمانے کی خدیجہ اور عائشہ ہے“۔

(حیات ناصر صفحہ 5)

میر صاحب 22 سال کی عمر میں اپنے ماموں کے توسط سے امرتسر میں محکمہ نہر میں اوورسیئر ملازم ہوگئے۔ دوران ملازمت قادیان آکر حضرت مرزا صاحب کے خاندان سے ابتدائی تعارف ہوا جس کا ذکر کرتے ہوئے آپ تحریر فرماتے ہیں کہ ”حضرت صاحب گوشہ نشین تھے۔ عبادت اور تصنیف میں مشغول رہتے تھے۔ کوئی شہرت نہیں تھی۔ چند سال بعد براہین احمدیہ کے شائع ہونے پر اس کا ایک نسخہ خریدا۔ اس زمانہ میں مرزا صاحب کو چند امور کے لئے دعا کا خط لکھا جس میں نیک اور صالح داماد کے عطا ہونے کا بھی ذکر تھا۔ حضرت مرزا صاحب نے جواباً تحریر فرمایا کہ میں اور نکاح کرنا چاہتا ہوں مجھے اللہ تعالیٰ نے الہام فرمایا ہے کہ جیسا تمہارا عمدہ خاندان ہے ایسا ہی تم کو سادات کے عالی شان خاندان سے زوجہ عطا کروں گا اور اس نکاح میں برکت ہوگی اور اس کا سب سامان میں خود بہم پہنچا دوں گا۔۔۔

پہلے تو طبعاً میر صاحب کو تفاوت عمر، پہلی شادی اور بچوں کے باعث تردّد ہوا مگر پھر حضرت مرزا صاحب کی نیکی اور نیک مزاجی کے باعث اپنی صاحبزادی کا رشتہ آپ سے کر دیا۔ 17/ نومبر 1884ء کو خواجہ میر درد کی مسجد میں مولوی نذیر حسین محدث دہلوی نے گیارہ سو روپے مہر پر عصر اور مغرب کے درمیان یہ نکاح پڑھا۔ اور رخصتی نہایت سادگی اور خاموشی سے بغیر کسی رسم کے عمل میں آئی۔ جس پر آپ کے بعض سسرالی رشتہ دار سخت مخالف بھی ہوئے مگر بقول حضرت میر صاحب ”میں ایک بڑا اور تاریخی آدمی بن گیا، اپنی برادری کے چند دنیاداروں کو چھوڑا، خدا تعالیٰ نے مجھے لاکھوں سچے محبّ اور ہزاروں مومنین صالحین عطا فرمائے جو مجھے بجائے باپ کے سمجھتے ہیں اور آئندہ جو سلسلہ احمدیہ میں داخل ہوں گے وہ حضرت مرزا صاحب کے ساتھ مجھ پر بھی درود بھیجا کریں گے۔“ **اللھم صلّ علی محمد و علی عبدہ المسیح الموعود و آلہ و سلم۔**

(حیات ناصر صفحہ 6 تا 8)

اب حضرت میر صاحب کی سیرت کا کچھ بیان ہو جائے۔ جس میں یک رنگی اور صاف گوئی و بے باکی کے لحاظ سے ایک نمایاں جھلک رسول اللہ ﷺ کے خسر حضرت عمر فاروقؓ والی نظر آتی ہے۔

میر صاحب حضرت مسیح موعودؑ کے دعویٰ کے ابتدائی تین سالوں میں تو آپؑ کے سخت مخالف رہے۔ آپ اہلحدیث ہونے کی وجہ سے مولوی نذیر حسین دہلوی کے فتویٰ تکفیر سے متاثر اور اپنے دوست مولوی محمد حسین بٹالوی کے ہمنوا تھے۔ پھر 1892ء میں حضرت مرزا صاحب کی مسلسل تحریری دعوت پر قادیان آئے۔ اور آپؑ کے اخلاق عالیہ اور دلائل حقّہ سے متاثر ہو کر بیعت کی سعادت پائی تو کمال جرأت سے قبول حق کی داستان شائع کر دی۔

حضرت مسیح موعودؑ نے یہ قابل قدر بیان اپنی کتاب آئینہ کمالات اسلام میں شائع فرمایا جس سے میر صاحب کی بصیرت، حق شناسی اور جرأت و بے باکی صاف ظاہر ہے، میر صاحب نے لکھا:

”مرزا صاحب نے باوجود یکہ میں نہ صرف آپ کا مخالف بلکہ بدگو بھی تھا جلسہ (سالانہ) پر بلایا۔ آپؑ کے بار بار لکھنے سے میرے دل میں ایک تحریک پیدا ہوئی۔ اگر آپ اس قدر شفقت سے نہ لکھتے تو میں ہرگز نہ جاتا اور محروم رہتا پھر جب میں مرزا صاحب سے ملا اور وہ اخلاق سے پیش آئے تو میرا دل نرم ہوا۔ گویا مرزا صاحب کی نظر سرمہ کی سلائی تھی جس سے غبار کدورت میرے دل کی آنکھوں سے دور ہو گیا۔۔۔ اور رفتہ رفتہ باطنی بینائی مجھے نصیب ہوئی۔۔۔ اور یہ حال ہوا کہ کُل اہل جلسہ جو مرزا صاحب کے زیادہ محبّ تھے وہ مجھے زیادہ عزیز معلوم ہونے لگے۔ بعد عصر مرزا صاحب نے کچھ بیان فرمایا جس کے سننے سے میرے تمام شبہات رفع ہوگئے اور آنکھیں کھل گئیں۔ اس جلسہ پر تین سو سے زیادہ شریف اور نیک لوگ جمع تھے جن کے چہروں سے مسلمانی نور ٹپک رہا تھا۔ امیر، غریب، نواب، انجینئرز، تھانیدار، تحصیلدار،

زمیندار، سوداگر، حکیم غرض ہر قسم کے لوگ تھے۔ ہاں چند مولوی بھی تھے مگر مسکین مولوی۔ یہ مرزا صاحب کی کرامت ہے کہ ان سے مل کر مولوی بھی مسکین بن جاتے ہیں۔"

(آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 637 تا 640)

ہمارے اس جلسہ سالانہ کی عظیم الشان کرامت ملاحظہ ہو جو میر صاحب جیسے صاحب بصیرت، تقویٰ شعار کو صداقت مسیح ومہدی کا قائل کر گئی۔

اک نشاں کافی ہے گر دل میں ہو خوف کردگار

اے قادیان کی بستی! گواہ رہنا! کہ سوا سو سال پہلے اگر اس جلسہ کے 300 چہروں سے مسلمانی کا نور ٹپک رہا تھا تو آج اس 124 ویں جلسہ سالانہ میں ہزاروں ایسے فرزندانِ توحید اور عشاق رسولؐ جمع ہیں جن کے چہرے اور دل نورِ ایمانی سے منور ہیں۔

ہمارے دل کی خواہش ہے کہ سارا جگ مسلماں ہو
مگر یہ چھینتے پھرتے ہیں ہم سے بھی مسلمانی!

اور اے دنیا کے لوگو! آؤ اور مسیح ومہدی کی یہ کرامت بھی تو دیکھو کہ وہ جلسہ سالانہ جس پر ایک ملک میں پابندی لگا کر ہم مجبوروں کو اس کی برکات سے محروم کرنے کی کوشش کی گئی۔ آج کیا برطانیہ اور کیا جرمنی، کیا امریکہ اور کیا کینیڈا اور کیا افریقہ وآسٹریلیا کے جلسہ ہائے سالانہ میں روحانی برکات کی بارش اور لنگر مسیح موعود جاری وساری ہے۔ اور آج قریباً 44 ممالک سے شمع خلافت کے ہزاروں پروانے یاتون من کل فج عمیق کا ایک زندہ نشان بن کر اکناف عالم سے اس دور افتادہ بستی میں کھنچے چلے آئے ہیں۔

اِک قطرہ اُس کے فضل نے دریا بنا دیا
میں خاک تھا اُسی نے ثریّا بنا دیا

بیعت کے بعد حضرت میر صاحب لدھیانہ، بٹالہ، انبالہ، فیروزپور اور مردان رہے، الٰہی تقدیر کے مطابق 1894ء میں مردان سے لمبی رخصت لے کر قادیان آئے اور پھر پنشن منظور ہوگئی تو قادیان کے ہی ہو کر رہ گئے۔ اپنی تمام تر صلاحیتیں حضرت مسیح موعودؑ پر نچھاور کر دیں اور بلا معاوضہ زندگی خدمت سلسلہ کے لئے عملاً وقف کر دی۔ آپ حضور کی زمینوں کے مختار بھی تھے اور مالیہ وصول کرنے والے منشی بھی، تعمیری کاموں کے انجینئر بھی آپ تھے۔ گھر کے سب کام آپ ہی دیکھا کرتے۔ حضور کے سفروں کے دوران بھی گھر بار کی نگرانی فرماتے۔ حضور کی آخری عمر کے سفروں میں ہمرکاب رہ کر بھی خدمات بجالائے۔ بالفاظ دیگر میر صاحب عملاً حضورؑ کے جملہ خانگی وقومی معاملات کے پرائیویٹ سیکرٹری بن گئے۔ جن پر حضرت مسیح موعودؑ کو اتنا بھرپور اعتماد تھا کہ آپ فرماتے تھے "میر صاحب کے کاموں میں دخل نہیں دینا چاہئے"۔

(حیات ناصر صفحہ 27)

امانت و دیانت

یقیناً اس بھروسہ کا ایک اہم سبب ہر کام میں میر صاحب کی امانت و دیانت بھی تھی جو سیرت صدیقی کا ایک پرتو ہے۔ محنت اور رزق حلال ہمیشہ آپ کا طرۂ امتیاز رہا۔ حالانکہ آپ محکمہ نہر میں اوورسیئر تھے۔ جہاں لوگ جائز وناجائز ہزاروں کماتے ہیں مگر اسی دور کا یہ دلچسپ واقعہ ہے کہ حسب قاعدہ محکمہ کی طرف سے ایک سو روپے کی ضمانت طلب کی گئی جو آپ کے ساتھیوں نے تو فوراً جمع کروادی۔ مگر آپ نے کمال سادگی سے حقیقت حال بتادی کہ میرے پاس روپیہ نہیں ہے اور اگر قرض لے کر جمع بھی کرواؤں تو وہ ادا کہاں سے کروں گا۔ اور ضمانت جمع نہ کروانے کا مطلب ملازمت سے فراغت تھی۔ مگر آپ اس کے لئے بھی تیار ہوگئے، وہ تو اللہ بھلا کرے چیف انجینئر کا جنہوں نے آپ کے کاغذات منگوا کر دیکھے تو خوشگوار حیرت ہوئی کہ محکمہ نہر میں ایسا امانت دار شخص بھی موجود ہے جو گھر میں سو روپیہ بھی جمع نہ رکھ سکا۔ یہ دیکھتے ہوئے چیف صاحب نے آپ کو ضمانت داخل کرنے سے مستثنیٰ کر دیا۔

حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ

(حیات ناصر صفحہ 20-19)

حضرت میر صاحب کی بڑی خصوصیت تمام عمر نہایت قوت اور سختی سے اکل حلال کی پابندی تھی جس کے دوست دشمن گواہ ہیں۔ حضرت میر صاحب نے احباب جماعت میں یہ تحریک عام کرنے کے لئے اہل قادیان کی ضرورت کے پیش نظر مذہبی مخالفت کے باوجود احمدیوں کی پہلی دکان کھولی جو آپ کے مقام ومرتبہ کے لحاظ سے بھی ایک بہت غیر معمولی قربانی تھی۔

صاف دلی

میر صاحب میں سیرت صدیقی کا ایک اور وصف بھی نمایاں تھا کہ ناراضگی ہو جانے کی صورت میں صلح میں پہل کرتے تھے اور ہمیشہ بغض وکینہ سے اپنا سینہ صاف رکھتے تھے۔ اس سلسلہ میں ایک واقعہ حضرت یعقوب علی عرفانی صاحبؓ بیان کرتے ہیں کہ وہ تعلیم الاسلام سکول کے ہیڈ ماسٹر اور حضرت میر صاحب ناظم تھے۔ کسی معاملہ پر اختلاف بڑھ گیا اور عرفانی صاحب حضرت مسیح موعودؑ کی مجلس میں شکایت پیش کرنے لگے تو حضرت مولوی عبدالکریم صاحب نے انہیں منع کر کے بٹھادیا اور عرض کیا حضور! میں سمجھا دونگا۔ پھر دوسرے روز مولوی صاحب موصوف نے عرفانی صاحب کو سمجھایا کہ میر صاحب صاف باطن اور خیر خواہ انسان ہیں اور پھر ام المؤمنین کے والد ہیں۔ آپ کو ان سے صلح کر لینی چاہئے۔ اس پر عرفانی صاحب نے میر صاحب سے معذرت کا ارادہ کر لیا۔ اتنے میں کیا دیکھتے ہیں کہ خود حضرت میر صاحب تشریف لائے اور بآواز بلند السلام علیکم کہہ کر عرفانی صاحب کو پکڑ لیا اور اظہار محبت کرتے ہوئے صلح میں پہل کر دکھائی۔

(حیات ناصر ص 22-21)

سبحان اللہ! سیرت صدیقی کا کیا شاندار نظارہ ہے۔

جو خاک میں ملے اسے ملتا ہے آشنا
اے آزمانے والے! یہ نسخہ بھی آزما

تعلق باللہ

اور ایسے نظارے محض حقوق العباد میں ہی نہیں، حقوق اللہ میں بھی خوب نظر آتے ہیں اور در اصل تو حقوق العباد بھی محبت و خشیت الٰہی سے سرشار ہو کر بجالاتے تھے۔حضرت میر صاحب صوم وصلوۃ کے بھی سختی سے پابند تھے۔ان کا نماز باجماعت کا اہتمام بھی صحابہ رسول ﷺ کی یاد دلاتا تھا۔آخری عمر میں جب چلنا پھرنا مشکل تھا آپ نماز باجماعت میں ناغہ نہ ہونے دیتے۔حالانکہ آپ کا گھر مسجد مبارک سے دور دار العلوم میں تھا۔مگر ضعیف العمری کے باوجود عزم واستقلال جوان تھا اور آپ مسجد مبارک میں نماز باجماعت کے لئے دار العلوم سے پیدل تشریف لاتے تھے۔دعاؤں کا بھی گہرا شغف تھا۔

(حیات ناصر صفحہ 23،22)

محبت قرآن

حضرت میر صاحب کو قرآن سے سچی محبت تھی حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کے درس القرآن کے لئے تعمیر دار القرآن کا ذکر ہو چکا ہے۔آپ کی تمنا تھی کہ خلافت اولیٰ میں ترجمہ قرآن اردو حضرت خلیفہ اول کا شائع کروائیں بعض انتظامی روکوں کے باعث ملتوی ہو گیا۔آپ کی محبت قرآن کا نتیجہ تھا کہ قرآن کے احکام پر عمل کرنا ساری زندگی آپ کا دستور رہا۔اپنی تقریر جلسہ سالانہ میں جماعت کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: یاد رکھو فقط اس سلسلہ میں داخل ہونے سے یا حضرت مسیح موعودؑ وخلیفۃ المسیح کے ہاتھ پر بیعت کرنے سے نجات نہیں ہوتی جب تک پورے پورے قرآن شریف کے محکوم نہ بنو۔

دعوت الی اللہ

احکام الٰہی میں ایک اہم حکم دعوت الی اللہ ہے اور حضرت میر صاحب ایک زبر دست داعی الی اللہ بھی تھے اور اس سلسلہ میں ان کا بہت بڑا جوش حضرت مسیح موعودؑ کی کتب کی اشاعت سے متعلق تھا۔آپ بار بار اپنے دوستوں اور تمام جماعت میں بھی تحریک کرتے کہ لوگ حضرت مسیح موعودؑ کی کتب خریدیں اور پڑھیں۔

کتب حضرت مسیح موعودؑ کے مطالعہ کی برکت سے آپ ایک اچھے مناظر اور سلطان القلم کے بہترین قلمکار تھے۔آپ نے اپنی نظم کو بھی ابلاغ کا ذریعہ بنایا اور علمی جہاد کے میدان میں ثابت کر دکھایا کہ ؎

سیف کا کام قلم سے ہے دکھایا ہم نے

آپ کی تحریر سادی اور سلاست کے ساتھ عام فہم ہوتی اور طریق استدلال نہایت صاف اور پُر معنی۔1892ء کے جلسہ سالانہ پر قبول احمدیت کے بعد آپ کے تاثرات پر مبنی تحریر آپ کی دعوت الی اللہ کا شاہکار اور علماء سوء کے منہ پر طمانچہ ہے۔جسے حضرت مسیح موعودؑ نے آئینہ کمالات میں شائع فرمایا۔میر صاحب اول اول اہلحدیث مسلک کے پُر جوش داعی تھے۔پھر جب احمدی ہوئے تو اپنے جاننے والوں سے سلسلہ مراسلت جاری رکھتے ہوئے زبر دست قلمی جہاد کیا۔آپ عالم باعمل داعی الی اللہ تھے، نہ صرف کتب مسیح موعودؑ کی اشاعت اور مطالعہ کے لیے ہمیشہ احباب جماعت کو تحریک کرتے رہتے بلکہ اپنی نظم ونثر کے ذریعہ بھی دعوت الی اللہ کا قلمی جہاد فرماتے،محکمہ نہر کے ایک دوست حافظ محمد یوسف امرتسری کے خط کے جواب میں آپ کا پندرہ صفحات کا خط ایک شاندار علمی مناظرہ ہے جس میں جماعت پر ہونیوالے اکثر اعتراضات کا مختصر جامع اور مدلل جواب پڑھنے کے لائق ہے۔

(حیات ناصر 32 تا 48)

ہمدردئ خلق

مخلوق خدا کی بھلائی کے لئے میر صاحب کھلے دل سے سخاوت فرماتے تھے۔نقدی اور کپڑوں سے مساکین کی امداد آپ کی عادت تھی غریبوں کے لئے در بدر جا کر چندہ اکٹھا کرنے میں کوئی عار نہ تھی۔قادیان ہجرت کر کے آنے والوں کے لیے مکان بنانے کی ایک تحریک آپ نے شروع کی اور کمال محنت سے چندہ اکٹھا کر کے محلہ دار الضعفاء (ناصر آباد) تیار کیا۔

قادیان میں رفاہ عامہ کا دوسرا بڑا کام ناصر وارڈ یعنی نور ہسپتال کی تعمیر ہے، جس کے لئے آپ نے غریبوں اور چوہڑوں کے گھروں میں جا کر بھی چندہ لینے سے دریغ نہ کیا۔اسی طرح مسجد نور کی تعمیر بھی آپ نے چندہ کے ذریعہ مکمل کروائی۔الدار اور مسجد مبارک کے سامنے فرش لگا کر راستہ درست کروایا۔قادیان کی ترقی کی پیشگوئی کی تکمیل کی ظاہری کوشش میں آپ کا کردار ہے۔چنانچہ قادیان کے گرد ڈھابوں میں بھرتی کا پہلا خیال میر صاحب کو ہی آیا۔ڈھابوں کا منصوبہ بڑے وسائل کا محتاج تھا اور حالیہ سالوں میں پنجاب حکومت کے خصوصی تعاون سے بالآخر تکمیل کو پہنچا ہے۔اس زمانہ میں میر صاحب بھرتی بہت سستی کرواتے تھے مگر پھر بھی اس کے باوجود بعض نکتہ چینوں نے اموال سلسلہ کے ضیاع کا اعتراض کر دیا حضرت مسیح موعودؑ نے شکایت کرنے والوں کو میر صاحب کے ایسے مفید کاموں میں دخل اندازی سے منع فرمادیا۔پھر دنیا نے دیکھا کہ بھرتی کے اس بابرکت کام کے بعد وہاں جامعہ احمدیہ قادیان بنا اور میر صاحب نے بطور ناظم تعمیرات دن رات ایک کر کے وہاں تعلیم الاسلام سکول کی تعمیر کروائی۔میر صاحب افسر بہشتی مقبرہ مقرر ہوئے تو اس کے باغ میں آموں کی مختلف اقسام لگوائیں اور کنواں کھدوایا۔

(حیات ناصر صفحہ 23-22)

الغرض حضرت میر صاحب 1894ء میں بعمر 49 برس قادیان تشریف لائے اور 19 ستمبر 1924ء بروز جمعۃ المبارک اپنے مولائے حقیقی سے جا ملے۔قادیان میں 30 سال قیام کے دوران جس کام میں ہاتھ ڈالا اپنی محنت اخلاص اور استقامت کے باعث اسے پایہ تکمیل تک پہنچا کر ہی دم لیا۔

اطاعت مسیح موعود علیہ السلام

حضرت میر صاحب نے کمال وفا سے حضرت مسیح موعودؑ کی کامل اطاعت کے شاندار نمونے دکھائے۔ایک واقعہ حضرت ملک شادی خاں صاحب کا ہے۔وہ پہلی دفعہ جب قادیان آئے تو ان کے کانوں میں مرکیاں (بالیاں) تھیں۔حضرت صاحب نے دیکھ کر فرمایا کہ انہیں اتار دو۔پھر کیا تھا حضرت میر صاحب تو اس کی تعمیل کے لیے جیسے بے چین ہو گئے،انہیں کہتے تھے: ”جلدی اتار دو۔کیونکہ حضرت صاحب نے حکم فرمایا ہے“۔

(رجسٹر روایات نمبر 7 صفحہ 169،روایات ملک شادی خاں صاحب)

ایک اور دلچسپ واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ میر صاحب کس طرح حضورؑ کے منہ سے نکلی ہوئی ہر بات کی تعمیل فرض سمجھتے تھے۔حضرت مسیح موعودؑ کے لیے دوپہر کے کھانے کے ساتھ مولی بھی کتر کر رکھی جاتی تھی۔جو امرتسر سے منگوانی پڑتی تھیں۔پھر حضرت صاحب نے فرمایا کہ یہاں ہی کیوں نہیں بیج لیتے؟ حضرت میر ناصر نواب صاحب نے کھانے سے فارغ ہوتے ہی خدام کو کہا کہ چلو آج ہی اس حکم کی تعمیل کریں۔اور پھر وہاں مولیاں بیج دی گئیں اور ڈیڑھ ماہ بعد وہیں سے مولیاں لے کر پیش کی جاتیں۔حضرت صاحب نے اظہار خوشنودی کرتے ہوئے فرمایا کہ میر صاحب نے کوشش کی ہے اور آپ لوگوں نے مدد کی ہے۔دیکھو انسان اگر کوشش کرے تو سب کچھ کر سکتا ہے۔

(رجسٹر روایات نمبر 11 صفحہ 170،روایات ملک غلام حسین صاحب خادم المسیح)

حضرت مسیح موعودؑ کی اس دلنشیں نصیحت میں ہم سب کے لیے کتنا گہرا سبق ہے کہ ؎

ہمت کرے انسان تو کیا ہو نہیں سکتا!

یہ مولیاں موجودہ دفاتر صدر انجمن قادیان کے پیچھے ڈھاب کے کنارے بیچی گئی تھیں۔ بعض طلباء وہاں سے بلااجازت مولیاں لینے لگے۔ حضرت میر صاحب کو حضرت مسیح موعودؑ کی خواہش کا اس قدر خیال اور احترام تھا کہ علم ہونے پر لڑکوں کو وہاں سے مولیاں لینے سے سختی سے منع کرتے ہوئے فرمایا کہ جس نے یہاں سے مولیاں لے کر کھائیں اس نے گویا سؤر کھایا۔ تو کسی لڑکے نے پوچھ لیا کہ جس نے مولیوں کے پتے کھائے تو میر صاحب نے برجستہ فرمایا کہ اس نے سؤر کی دُم کھائی۔

بہر حال جب حضرت میر صاحب نے حق کو پہچان کر جب اپنے داماد کو مسیح و مہدی قبول کرلیا تو پھر اپنے رشتہ کی بزرگی کا خیال دل سے نکال دیا اور عجب وفا سے آپ کی کامل اطاعت کے شاندار نمونے دکھائے۔ ایک اور واقعہ آپ کے پنشن کے بعد قادیان آنے کا ہے۔ اس وقت یہاں ایک سادہ منش میاں اللہ دین ہوتے تھے جو اپنی طبیعت کی خاص افتاد اور اُپج کی وجہ سے فلاسفر کے نام سے معروف تھے۔ میر صاحب ٹھہرے سیدھے اور صاف گو۔ ان کی حضرت میر صاحب سے کسی بات پر تکرار ہوگئی اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ فلاسفر صاحب کو مار پڑ گئی۔ معاملہ حضرت مسیح موعودؑ تک پہنچا تو حکم عدل نے فلاسفر صاحب کے حق میں فیصلہ فرمایا۔ تب فوراً حضرت میر صاحب اور بعض دوسرے احباب فلاسفر صاحب سے معافی مانگنے چل پڑے اور حضرت میر صاحب سب سے پہلے پہنچے۔ اور یوں اپنے آقا و مطاع کے فیصلہ کے آگے صدق دل سے سرِ تسلیم خم کر دیا۔ حضرت صاحب کی وفات کے بعد میر صاحب نے اپنی تقریر جلسہ سالانہ 1910ء میں جماعت کو بھی یہی نمونہ دکھانے کی نصیحت کرتے ہوئے کہا:

"جب تمہارا امام محمد رسول اللہ ﷺ کا نمونہ ہیں اور خلیفۃ المسیح ابوبکر صدیق کا تو تم میں سے ہر ایک شخص صحابی کا بروز ہوگا۔ جس طرح حضرت صاحب نے تمہیں تعلیم دی ہے اس پر مضبوط ہو کر چلو۔ آپس میں یک دل و یک جان رہو۔"

(حیات ناصر ص 68)

اور خود میر صاحب کا یہ حال تھا کہ حضرت مسیح موعودؑ کے منہ سے نکلے ہوئے ہر لفظ کی تعمیل کریں۔ حضور کی ایک یہ بھی خواہش تھی کہ آغاز میں بیعت کرنے والوں کے اسماء اور مختصر کوائف کی ایک فہرست شائع کروا کے بغرض تعارف جملہ بیعت کنندگان کو بھجوائے جائیں۔ اس ارشاد کی تعمیل میں آپ نے اپنے حالات بھی لکھے جو 1911ء میں "ناصر کیونکر متصور ہوا" کے نام سے شائع شدہ ہیں۔

مسجد اقصیٰ کی پہلی توسیع میں بھی حضرت میر صاحب کا کردار نمایاں تھا۔ اس بارہ میں یہ روایت ہے کہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ مسجد کی توسیع ہونی چاہیئے اور اس کے لئے چندہ کی تحریک کی جائے بعض دوستوں نے چندہ لکھوانا شروع کیا پھر حضورؑ نے فرمایا میں اندر سے بھی دریافت کر آؤں یہ کہہ کر حضور گھر میں تشریف لے گئے تھوڑی دیر بعد حضور واپس تشریف لائے اور فرمایا کہ میں نے گھر میں ذکر کیا ہے انہوں نے (مراد حضرت ام المومنین صاحبہؓ) اپنا زیور فروخت کر کے ایک ہزار روپیہ چندہ دینے کا وعدہ کیا ہے چنانچہ بعد ازاں پھر اور دوستوں نے بھی وعدے کئے اور اسی وقت قریب دو ہزار روپیہ چندوں کے وعدوں کی فہرست تیار ہوگئی بعدہ پہلی دفعہ مسجد اقصیٰ کی توسیع ہوئی اس وقت تمام قسم کے عمارتی کام حضرت ناناجان صاحب قبلہ میر ناصر نواب صاحب سرانجام فرمایا کرتے تھے۔

(رجسٹر روایات صحابہ نمبر 8، روایت ملک نور خاں ولد ملک فتح خاں صاحب)

اسی طرح 1907ء کے موسم سرما میں انجمن نے حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ کے سپرد مسجد مبارک کی توسیع کا کام کیا۔ انجمن کی رائے یہ تھی کہ پہلی مسجد کا نشان باقی نہیں رہنا چاہیے مگر حضرت میر صاحب پہلی بابرکت تاریخی مسجد کا نشان قائم رکھنا چاہتے تھے۔ چنانچہ آپ نے حضرت اقدسؑ کے مشورہ سے اپنی رائے کے مطابق تعمیر کے کام کو پایہ تکمیل تک پہنچایا۔۔۔ حضرت میر صاحب بطور افسر تعمیرات انجمن کے ماتحت تھے لیکن آپ نے یہ کام حضرت مسیح موعودؑ کے فیصلہ کے مطابق انجام دیا۔

(حیات نور باب پنجم صفحہ 343-342)

شاعری

حضرت میر صاحب اہل زبان تھے اور شاعری کا نہایت اعلیٰ فطری ذوق تھا۔ اس زمانہ میں لاہور میں انجمن حمایت اسلام کے جلسے بڑی دھوم دھام سے ہوتے تھے جس میں آپ کی اس پُر جوش نظم پر بے تحاشا لوگوں نے چندہ خیرات کیا۔ جس کا ایک شعر یہ ہے ؎

پھولوں کی گر طلب ہے تو پانی چمن کو دے
جنت کی گر طلب ہے تو زر انجمن کو دے

(حیات ناصر صفحہ 29)

غیرت دینی

میر صاحب کی غیرت دینی کا یہ عالم تھا کہ سلسلہ کے خلاف کوئی بات برداشت نہیں کر سکتے تھے جب تک اس کا جواب نہ دے لیں۔ اس لحاظ سے آپ نے شاعر دربارِ نبوی حضرت حسّان بن ثابت کا کردار ادا کیا۔

چنانچہ لدھیانہ کے ایک نومسلم اہلحدیث مولوی کی حضرت مسیح موعودؑ کے خلاف ہجو کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

اک سگِ دیوانہ لدھیانہ میں ہے
آج کل وہ خر شترخانہ میں ہے
گر نہ باز آیا تو ہووے گا ذلیل
اس پر نازل ہو گا ہر دم قہرایل (اللہ)

(حیات ناصر صفحہ 30)

حقوق العباد کی ادائیگی

میر صاحب حقوق العباد میں ایسے طاق تھے کہ اہل خانہ سے سلوک ہمارے آقا و مولیٰ خاتم الانبیاء ﷺ اور صحابہ رسول کے اسوہ کے عین مطابق تھا جس کا اندازہ ان اشعار سے ہو سکتا ہے جو اپنی حرم محترم کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں!

اے میرے دل کی راحت میں ہوں تیرا فدائی
تکلیف میں نے ہرگز تجھ سے کبھی نہ پائی
مجھ کو نہ چین تجھ بن بے میرے سکھ نہ تجھ کو
میں تیرے غم کی دارو تو میری ہے دوائی

(حیات ناصر صفحہ 52)

اس سے بہتر میاں بیوی کی دوستی کا نمونہ کیا ہوگا!

اطاعتِ امام

الغرض حضرت میر صاحب نے اپنے آقا و مطاع اور خلفائے سلسلہ کی اطاعت و نصرت کا حق ادا کر دکھایا۔ خلافت اولیٰ کے انتخاب کے موقع پر حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ نے صاحبزادہ میاں محمود احمد صاحب، میر ناصر نواب صاحب اور نواب محمد علی خان کا نام لیکر فرمایا تھا کہ "میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جن عمائد کا نام لیا ہے۔ ان میں سے کوئی منتخب کرلو۔ میں تمہارے ساتھ بیعت کرنے کو تیار ہوں۔ (تاریخ احمدیت جلد 2 صفحہ 556)" پھر جب ساری جماعت کا اتفاق حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ پر ہوگیا اور آپ کی بیعت کر کے میر صاحب نے اس کا حق بھی خوب ادا کیا۔

حضرت خلیفہ اولؓ نے اپنے دور میں میر صاحبؓ کے رفاہی

کاموں کو دیکھ کر اظہار خوشنودی کرتے ہوئے آپ کو تحریر فرمایا:

”مکرم معظم حضرت میر صاحب! آپ کے کاموں اور خواہشوں کو دیکھ کر میری خواہش ہوتی اور دل میں بڑی تڑپ پیدا ہوتی ہے کہ جس طرح آپ کے دل میں جوش ہے۔۔۔ہمارے اور تمام کاموں میں سعی کرنے والے ایسے ہی پیدا ہوں۔“

(مکتوب 30 اپریل 1909ء)

اسی زمانہ کی بات ہے کہ بعض لوگ خلافت کے مقابل پر انجمن کا نام لینے لگے تو میر صاحبؓ سخت فکرمند ہوئے اور قیام و استحکام خلافت کے لئے حضرت مسیح موعودؑ کے ارشاد مندرجہ رسالہ الوصیت کہ ”تم خدا کی قدرت ثانی کے انتظار میں اکٹھے ہو کر دعا کرتے رہو“ کے مطابق آپ کے دل میں دعاؤں کی پُرزور تحریک پیدا ہوئی چنانچہ ایک عرصہ تک آپ روزانہ مغرب کے بعد قادیان میں احباب جماعت کے ساتھ مل کر قدرت ثانیہ کے قائم و دائم رہنے کے لئے دعا کیا کرتے رہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے جب ان دعاؤں کو شرف قبولیت بخشا اور آپ کے مبشّر نواسے حضرت مرزا بشیرالدین خلیفہ مقرر ہوئے تو آپ نے کمال صدق و اخلاص کے ساتھ ان کی بیعت کے بعد اطاعت کے شاندار نمونے دکھائے۔ اس وقت لاہوری احباب کے الگ ہو جانے سے جماعت کا خزانہ خالی ہو چکا تھا۔ حضرت میر صاحب نے سلطان نصیر بن کر مالی قربانی کا شاندار نمونہ دکھاتے ہوئے از خود فوراً ایک رقم حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی خدمت میں پیش کر دی۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا آپ سے تعلق

حضرت میر صاحب کی ان خوبیوں اور صفات حسنہ کے باعث حضرت مسیح موعودؑ کو آپ سے بہت محبت تھی۔ 1905ء میں آپ حضور کے ساتھ دہلی میں تھے کہ بیمار ہو گئے تو حضور کو بہت تشویش ہوئی اور ان کے علاج کے لئے قادیان سے حضرت حکیم مولانا نورالدین صاحبؓ کو تار دے کر بلوایا اور خود اتنی دعا کی کہ الہام ہوا: ”دستِ تو دعائے تو ترحم زخدا“ (بدر جلد 1 نمبر 34 مورخہ 8 نومبر 1905ء) اور خدا کی شان کہ اس الہام کے ساتھ ہی میر صاحب کو شفا ہو گئی۔

غالباً اسی واقعہ کا تفصیلی ذکر اس روایت میں ہے کہ میر ناصر نواب صاحب کو درد قولنج ہو گئی اور سخت ہائے وائے کرتے ہوئے حضور کو تیمار داری کے لئے بلایا۔ حضور نے تیمار داری کی۔ دوائیں دیں اور ساری رات جاگتے رہے۔ حتی کہ صبح تک درد کو افاقہ ہوا۔ دوپہر کو جب ذرا قیلولہ کے لئے لیٹے تو میر صاحب نے زور سے ہائے کی۔ حضرت صاحب اٹھ کر بھاگے کہ شاید میر صاحب کو پھر درد اٹھا ہے اور پوچھا کہ میر صاحب خیر ہے کیا ہوا؟ میر صاحب نے عرض کیا کچھ نہیں حضور اچھا بھلا ہوں۔ حضور مسکراتے ہوئے مجلس میں واپس آئے تو کہا انسان انسین کا بنا ہوا ہے۔ ہر چیز سے انس ہو جاتا ہے۔ اب میر صاحب کو بیماری سے ہی انس ہو گیا ہے۔ اب ان کی ہائے وائے بے ساختہ نکل جاتی ہے۔

(رجسٹر روایات صحابہ نمبر 9 روایت بابو غلام محمد صاحب ثانی)

حضور نے حضرت میر صاحب کی خصوصیات کا یہ ذکر فرما کر انہیں زندہ جاوید کر دیا ہے:

”حبّی فی اللہ میر ناصر نواب صاحب۔ میر صاحب موصوف علاوہ رشتہ روحانی کے رشتہ جسمانی بھی اس عاجز سے رکھتے ہیں کہ اس عاجز کے خسر ہیں۔ نہایت یک رنگ اور صاف باطن اور خدا تعالیٰ کا خوف دل میں رکھتے ہیں اور اللہ اور رسول کی اتباع کو سب چیز سے مقدّم سمجھتے ہیں اور کسی سچائی کے کھلنے سے پھر اس کو شجاعت قلبی کے ساتھ بلا توقف قبول کر لیتے ہیں۔ حُب للہ اور بُغض للہ کا مومنانہ شیوہ اُن پر غالب ہے۔ کسی کے راستباز ثابت ہونے سے وہ جان تک بھی فرق نہیں کر سکتے اور کسی کو ناراستی پر دیکھ کر اُس سے مداہنت کے طور پر کچھ تعلق رکھنا نہیں چاہتے۔“

(ازالہ اوہام روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 536-535)

حضرت میر صاحب کی سیرت و سوانح اور آپ کے کام ایک طرف اور مامور زمانہ کی یہ تحریر دوسری طرف جس نے آپ کو زندہ جاوید کر دیا ہے۔

حضرت اماں جان سے ہونیوالی مبشر اولاد اور میر صاحب کے پسران حضرت میر محمد اسماعیل صاحب اور حضرت میر اسحاق صاحب کی اولاد در اولاد بھی بلاشبہ حضرت میر ناصر نواب صاحب کے لیے صدقہ جاریہ ہے اور رہے گی، انشاء اللہ۔ ان کی ایک یادگار نشانی ان کے پوتے استاذنا المکرم سید میر محمود احمد ناصر صاحب خدا کے فضل سے اس جلسہ سالانہ میں موجود ہیں۔ اللہ ان کی صحت و عمر میں برکت دے۔ آمین

اور اگر میر ناصر نواب صاحب کی صلبی اولاد کے علاوہ ان کی صاحبزادی حضرت اماں جان کی طرف نسبت رکھنے والی اولاد کو دیکھیں تو اس جلسہ قادیان میں سوا سو سے زائد مرد و زن شریک جلسہ ہیں اور حضورؑ کی اس دعا کے مصداق و وارث:

بابرگ و بار ہوویں اک سے ہزار ہوویں

مگر خاندان مسیح موعودؑ کی یہ بارات اپنے دولہے کے بغیر سُونی اور اداس سی لگتی ہے۔ پس آؤ اپنے مولیٰ کے حضور یہ التجا کریں کہ وہ تخت مہدی کے وارث، انی معك یا مسرور کے مصداق اس بادشاہ کو پھر بڑی شان کے ساتھ یہاں لے کر آئے اور پھر اک بار اسی شان سے ربوہ میں بھی آئیں۔

حضرات! آج کی تقریر کا لب لباب دراصل حضرت مسیح موعودؑ کی اِس نصیحت کا اعادہ ہے کہ:

”تم جو مسیح موعود کی جماعت کہلا کر صحابہ کی جماعت سے ملنے کی آرزو رکھتے ہو اپنے اندر صحابہ کا رنگ پیدا کرو۔ اطاعت ہو تو ویسی ہو۔ باہم محبت اور اخوت ہو تو ویسی ہو۔ غرض ہر رنگ میں ہر صورت میں تم وہی شکل اختیار کرو جو صحابہ کی تھی۔“

(الحکم جلد 5 نمبر 5 مورخہ 10 فروری 1901ء صفحہ 2،1۔ تفسیر حضرت مسیح موعودؑ سورۃ نساء زیر آیت 60)

اسی نصیحت کی یاددہانی کرواتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے 25 مئی 2018ء کو فرمایا تھا:

”اگر جماعتی ترقی کو ہمیشہ قائم رکھنا ہے اور خلافت کے نظام کے دائمی رہنے کے لیے کوشش کرنی ہے تو پھر جماعت کے اندر وہ نمونے بھی مستقل مزاجی سے قائم رکھنے پڑنے ہیں۔ تبھی وہ ترقیات بھی ملیں گی جو پہلے ملتی رہی ہیں۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 25 مئی 2018ء)

طالبو! تم کو مبارک ہو کہ اب نزدیک ہیں
اس میرے محبوب کے چہرہ کے دکھلانے کے دن
دین کی نصرت کے لیے اک آسمان پر شور ہے
اب گیا وقت خزاں آئے ہیں پھل لانے کے دن

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین اللھم صلّ علی محمد و علی عبدہ المسیح الموعود و آلہ و بارك و سلم انك حمید مجید

رہا ہوئے ہیں شکور بھائی

چلو کوئی تو خوشی ہے آئی
رہا ہوئے ہیں شکورؔ بھائی
اسیر باقی جو بے خطا ہیں
خدایا۔ ان کو بھی دے رہائی

عبدالکریم قدسیؔ

لدھیانہ کے ریلوے اسٹیشن پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ احباب جماعت کے درمیان

مسیحا شناس بزرگ

حضرت صوفی احمد جان صاحب لدھیانوی رضی اللہ عنہ

حضرت صوفی احمد جان صاحب رضی اللہ عنہ پنجاب ہندوستان کے مشہور شہر لدھیانہ کے بہت بڑے صوفی بزرگ تھے۔ سینکڑوں مسلمان آپ کے حلقہ ارادت میں شامل تھے۔ دینی و شرعی امور پر دسترس کے ساتھ ساتھ آپ عمل الترب کے بھی ماہر تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے دعویٰ سے بہت پہلے براہین احمدیہ میسر آئی جس کے مطالعہ سے آپ حضور علیہ السلام کے معتقد ہو گئے اور اپنی مسیحاشناس نظر سے آپ کو پہچان لیا اور بصد اصرار و تکرار بیعت لینے کی درخواست کی۔ جس پر یہی جواب ملتا رہا کہ ابھی اذن الٰہی نہیں ہے۔ اور جب بیعت لینے کا اذن ہوا تو حضرت صوفی صاحب کی وفات ہو چکی تھی۔ آپ کی یہی خواہش، آرزو اور اصرار تھا کہ حضرت امام زمان علیہ السلام نے پہلی بیعت لینے کے لئے قادیان سے ایک سو چالیس کلومیٹر دور لدھیانہ میں حضرت صوفی صاحب موصوف کے گھر کا انتخاب فرمایا۔ یہ ولیِ کامل اپنے حالاتِ زندگی خود بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ

”اس ناکارہ جہان منشی احمد جان دہلوی ثم لدھیانوی۔ بخشے اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو۔ اور ڈھانکے عیبوں کو۔ آٹھ نو برس کی عمر سے طلبِ خدا اور یادِ الٰہی کا شوق تھا۔ جہاں اس راہ کا مذکور ہوتا۔ وہاں بیٹھتا۔ اور جس جگہ کسی بزرگ کو سنتا وہاں جاتا۔ خَلوت و تنہائی میں گِریہ وزاری کرتا۔ اور جناب باری سے ملتجی ہوتا۔ کہ یا رب العالمین سیدھی راہ دکھا۔ اور گمراہی سے بچا۔ نہ کاروبار میں دل لگتا نہ نکاح کرنے کو جی چاہتا۔ حتّٰی کہ چالیس برس کی عمر تک۔ عالم تجرید میں بزرگوں کی خدمت میں پھرا کیا۔ اور بہت کاملوں کی خدمت بابرکت میں استفادہ کیا۔ چنانچہ بعد انتقال حضرت قبلہ عالم خواجہ سلیمان چشتی تونسوی کے مکان شریف۔ رتر چھتر میں۔ غوث صمدانی۔ ظل رحمت یزدانی۔ حضرت امامِ ربانی۔ سید امام علی شاہ۔ نقشبندی المُجددی کی خدمتِ بابرکت میں پہنچا۔ اور بارہ چودہ برس تک خاک بوس آستان فیض ترجمان رہا۔

حضرت کی جناب سے اجازت نامہ عنائیت ہوا۔ اور طالبان خدا کی ہدایت کے واسطے ارشاد فرمایا۔ چالیس برس کی عمر میں کدخدائی کی۔ اور لدھیانہ رہنا اختیار کیا۔ صدہا طالبان خدا کا رجوع ہوا۔ ہدایت کا رستہ جاری کیا۔ باوجود ناقابلیت کے۔ اس وقت تک کہ 1295ہجری ہیں۔ بائیس برس کا عرصہ ہوا کہ۔ لدھیانہ میں اسی ذوق وشوق میں طالبان خدا کے ساتھ بسر کرتا ہوں۔ اور دعا مانگتا ہوں کہ خدا تعالیٰ میرا اور میرے متعلقوں۔ اور دوستوں کا خاتمہ بخیر کرے اور اعلیٰ درجہ کو پہنچاوے اور صالحوں کے ساتھ مارے اور حشر کرے اور بخشے اور گناہ معاف کرے۔“

(طبِ روحانی)

آپ کے صاحبزادے حضرت پیر افتخار احمد رضی اللہ عنہ صاحب لکھتے ہیں:
میرے والد صاحب کا نام احمد جان ہے جن کا ذکر حضرت صاحب نے ”ازالہ اوہام“ میں کیا ہے۔ ان کے ساتھ آخر میں میرا بھی ذکر کیا ہے اور علیحدہ بھی تحریر فرمایا ہے اور دُعا بھی دی ہے۔ میرے والد صاحب نیک بزرگ اور سجّادہ نشین تھے۔ میں یہاں ان کا حال زیادہ بیان نہیں کرتا کیونکہ اُنہوں نے ایک کتاب جس کا نام طب روحانی ہے تصنیف کی ہے اس میں اپنا کچھ حال بیان کیا ہے اس کتاب کا اشتہار حضرت صاحب نے رسالہ نشان آسمانی میں تحریر فرمایا ہے۔ براہینِ احمدیہ چھپی تو میرے والد صاحب کو حضرت صاحب کا تعارف ہوا۔ میرے والد صاحب کو حضرت صاحب سے بہت ارادت و اعتقاد تھا۔ اس زمانہ میں حضرت صاحب کا مجددؑ ی دعویٰ تھا جس کو قبول کیا اور یہی تبلیغ کرتے تھے کہ امام زمان دنیا میں ظاہر ہو گیا ہے ان پر ایمان اور یقین لاؤ اور

اگر کوئی مرید ہونے کے لئے آتا تو کہتے کہ سورج نکل آیا ہے اب تاروں کی ضرورت نہیں۔ جاؤ حضرت صاحب کی بیعت کرو۔ حالانکہ حضرت صاحب کو ابھی بیعت لینے کا منجانب اللہ حکم نہیں ہوا تھا۔ بیعت تو کر لیتے مگر فرماتے یہی تھے کہ جاؤ ان کی بیعت کرو۔

والد صاحب اشاعت اسلام میں حضرت صاحب کی خدمت میں چندوں وغیرہ میں خوب حصّہ لیتے تھے اور اپنے مریدوں اور دوستوں سے بھی اچھی طرح امداد کراتے تھے۔ نیز حضرت صاحب کی تائید میں ایک طویل اشتہار بھی شائع کیا جس میں ایک شعر یہ تھا ؎

سب مریضوں کی ہے تمہیں پہ نگاہ
تم مسیحا بنو خدا کے لئے

حالانکہ اس وقت مسیح موعود کا دعویٰ بھی نہ تھا اور کتاب فتح اسلام و توضیح مرام شائع بھی نہیں ہوئی تھی۔

(افتخار الحق یا انعامات خداوند کریم ص 6 تا 8)

اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے پہلی ملاقات کا حال یوں تحریر فرماتے ہیں کہ

”میرے والد صاحب کو اور میرے بھائی منظور محمد صاحب کو اور مجھ کو حضرت صاحب کی ابتدائی زیارت اس وقت ہوئی جبکہ حضورؑ 1884ء میں سب سے پہلے تین دن کے لئے لدھیانہ تشریف لے گئے تھے۔ میرے والد صاحب اور میرے بھائی صاحب اور میں اور سب احباب حضورؑ کے استقبال کے لئے سٹیشن پر گئے تھے۔ حضورؑ کی پہلی زیارت سٹیشن پر ہوئی۔ میرے والد صاحب نے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ میں بغیر بتلائے حضرت صاحب کو پہچان لوں گا۔ ایسا ہی ہوا کہ حضورؑ جب گاڑی سے اترے بغیر بتلائے والد صاحب نے فرمایا کہ وہ یہ ہیں۔ حضرت صاحب نے تین روز محلہ صوفیاں میں ڈپٹی امیر علی صاحب صوفی (جو کہ میرے والد صاحب کے مرید تھے) قیام فرمایا اور مسجد صوفیاں میں نماز پڑھنے تشریف لے جاتے تھے۔ والد صاحب دن کا اکثر حصّہ حضرت صاحب کے پاس گزارتے تھے۔ حضرت صاحب تین روز لدھیانہ رہے اور زبانی وعظ و نصیحت فرماتے تھے۔ شہر والے گروہ در گروہ آتے رہتے تھے۔“

(رجسٹر روایات نمبر 7 ص 1,2)

اس مرید باصفا نے خود تو ”اس دور کے ساقی“ کو پہچان ہی لیا تھا مگر دوسروں کو بھی علی الاعلان بتاتے تھے اور جب کوئی شخص ان کی بیعت کرنے آتا تو فرماتے

”سورج نکل آیا ہے اب تاروں کی ضرورت نہیں، جاؤ حضرت صاحب کی بیعت کرو۔“

(کتاب افتخار الحق یا انعامات خداوند کریم صفحہ 7)

اس بزرگ ولی نے اپنے انجام بخیر کی دعا بھی کی اور کہا تھا کہ

”دعا مانگتا ہوں کہ خدا تعالیٰ میرا اور میرے متعلقوں اور دوستوں کا خاتمہ بخیر کرے۔ اور اعلیٰ درجہ کو پہنچادے اور صالحوں کے ساتھ مارے اور حشر کرے اور بخشے اور گناہ معاف کرے۔“

یہ کیسی مقبول دعا تھی کہ مسیح آخر الزماں نے اپنے بابرکت ہاتھوں انجام بخیر کی سَند عطا فرمائی اور ایسا ذکر خیر کیا جو رہتی دنیا تک باقی رہے گا اور لوگ ان کے لئے دعائے خیر بھی کریں گے اور ان کے انجام پر رَشک بھی۔

حضور علیہ السّلام اپنی تصنیف لطیف ازالہ اوہام میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

”حبّی فی اللہ منشی احمد جان صاحب مرحوم۔ اس وقت ایک نہایت غم سے بھرے ہوئے دل کے ساتھ یہ پُر درد قصہ مجھے لکھنا پڑا۔ کہ اب یہ ہمارا پیارا دوست اس عالم میں موجود نہیں ہے اور خداوند کریم و رحیم نے بہشت بریں کی طرف بلا لیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن و انا بفراقہ لمحزونون۔ حاجی صاحب مغفور و مرحوم ایک جماعت کثیر کے پیشوا تھے اور اُن کے مریدوں میں آثار رُشد و سعادت و اتباع سُنّت نمایاں ہیں۔ اگرچہ حضرت موصوف اس عاجز کے شروع سلسلہ بیعت سے پہلے ہی وفات پا چکے لیکن یہ امر اُن کے خوارق میں سے دیکھتا ہوں کہ انہوں نے بیت اللہ کے قصد سے چند روز پہلے اس عاجز کو ایک خط ایسے انکسار سے لکھا جس میں انہوں نے درحقیقت اپنے تئیں اپنے دل میں سلسلہ بیعت میں داخل کر لیا۔ چنانچہ انہوں نے اس میں سیرت صالحین پر اپنا توبہ کا اظہار کیا اور اپنی مغفرت کے لئے دُعا چاہی اور لکھا کہ میں آپ کی لِلّٰہی ربط کے زیر سایہ اپنے تئیں سمجھتا ہوں اور پھر لکھا کہ میری زندگی کا نہایت عمدہ حصّہ یہی ہے کہ میں آپ کی جماعت میں داخل ہو گیا ہوں۔ اور پھر کسر نفسی کے طور پر اپنے گذشتہ ایّام کا شکوہ لکھا اور بہت سے رِقّت آمیز ایسے کلمات لکھے جن سے رونا آتا تھا۔ اس دوست کا وہ آخری خط جو ایک دردناک بیان سے بھرا ہے اب تک موجود ہے مگر افسوس کہ حج بیت اللہ سے واپس آتے وقت پھر اس مخدوم پر بیماری کا ایسا غلبہ طاری ہوا کہ اس دور افتادہ کو ملاقات کا اتفاق نہ ہوا بلکہ چند روز کے بعد ہی وفات کی خبر سنی گئی اور خبر سنتے ہی ایک جماعت کے ساتھ قادیان میں نماز جنازہ پڑھی گئی۔ حاجی صاحب مرحوم اظہار حق میں بہادر آدمی تھے بعض نافہم لوگوں نے حاجی صاحب موصوف کو اس عاجز کے ساتھ تعلق ارادت رکھنے سے منع کیا کہ اس میں آپ کی کسر شان ہے لیکن انہوں نے فرمایا کہ مجھے کسی شان کی پرواہ نہیں اور نہ مریدوں کی حاجت۔ آپ کا صاحبزادہ کلاں حاجی افتخار احمد صاحب آپ کے قدم پر اس عاجز سے کمال درجہ کا اخلاص رکھتے ہیں اور آثار رُشد و صلاح و تقویٰ اُن کے چہرہ پر ظاہر ہیں۔ وہ باوجود متوکّلانہ گذارہ کے اوّل درجہ کی خدمت کرتے ہیں اور دِل و جان کے ساتھ اس راہ میں حاضر ہیں خدائے تعالیٰ ان کو ظاہری اور باطنی برکتوں سے متمتع کرے۔“

(ازالہ اوہام صفحہ 528 تا 529)

قادیان کے ساتھ لفظ ”دارالامان“ کی وجہ

حضرت پیر سراج الحق صاحب نعمانیؓ بیان کرتے ہیں:

”دارالامان لکھنے کی یہ ضرورت پیش آئی کہ فتح گڑھ جو بٹالہ کے قریب ایک قصبہ ہے وہاں ایک قاضی صاحب رہتے ہیں انہوں نے حضرت اقدس علیہ السلام کو سخت الفاظ میں گستاخانہ ایک کارڈ لکھا چونکہ ان دنوں میں ہی جواب لکھا کرتا تھا تو وہ کارڈ بھی مجھے جواب دینے کے لئے دیا اور فرمایا اس کا جواب نرم الفاظ میں لکھو جب میں نے جواب لکھ لیا تو کاتب کے نام کے ساتھ یہ پتہ لکھا تھا کہ از مقام فتح گڑھ دارالامان مجھے اس پر خیال ہوا کہ فتح گڑھ کا قافیہ بھی نہیں ملتا اور فتح گڑھ کو دارالامان ہونے کا فخر کہاں سے دارالامان تو قادیان کو ہونا چاہیے اور ہے بھی میں نے لکھا راقم خادم مسیح موعود حسب الحکم حضرت مسیح موعود علیہ السلام از قادیان دارالامان پھر میرے دل میں آیا کہ اپنی طرف سے لکھنا ٹھیک نہیں میں حضرت اقدس علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ فرمایا کیسے آئے۔ اس وقت اکیلے تشریف رکھتے تھے اور صرف ٹہلتے تھے میں نے یہ سارا حال بیان کیا اور عرض کیا کہ حضور دارالامان قادیان لکھنا چاہیے یا نہیں۔ فرمایا ضرور لکھ دو یہ خدا کی طرف سے دارالامان ہے اب ضرور ہر خط پر لکھ دیا کرو۔“

(تذکرۃ المہدی حصہ اول صفحہ نمبر 1۔ حاشیہ)

دار البیعت لدھیانہ کا وہ مقدس کمرہ جہاں پہلی بیعت ہوئی

دار البیعت لدھیانہ

دار البیعت لدھیانہ کا یہ تعارف محترم مولانا محمد حمید کوثر صاحب ناظر دعوت الی اللہ قادیان بھارت کی تصنیف
''قادیان کے مقدس و تاریخی مقامات'' اور موصوف کی تقریر جلسہ سالانہ 2018ء سے لیا گیا ہے۔(ادارہ)

سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے اُمت محمدیہ میں آنے والے ''مسیح موعود'' کے بارہ میں یہ پیشگوئی فرمائی تھی فَيَطْلُبُهُ حَتَّى يُدْرِكَهُ بِبَابِ لُدٍّ فَيَقْتُلَهُ۔

(مشکوٰۃ کتاب الفتن)

کہ وہ دجال کا پیچھا کرے گا اور اُسے ''بابِ لد'' پر پالے گا اور اسے (بذریعہ دلائل و براہین و دعا) قتل کر دے گا۔ یہ پیشگوئی کئی لحاظ سے پوری ہوئی اور ہو رہی ہے۔ تاریخی لحاظ سے بھی ایک جائزہ تحریر ہے۔

صوبہ پنجاب میں مسیحیت کا آغاز اس طرح ہوا کہ امریکہ سے دو عیسائی مشنری 15/اکتوبر 1833ء کو کلکتہ پہنچے اور وہاں گورنر جنرل لارڈ ولیم بینٹنگ کی پسندیدگی کے مطابق یہ فیصلہ ہوا کہ انگریزی مملکت کی سرحد پر ایک مشن قائم کیا جائے۔ چنانچہ پادری جے۔ سی۔ لوری 5/نومبر 1834ء کو لدھیانہ پہنچ گیا اور وہاں برطانوی حکمران نے اسے مشن قائم کرنے میں ہر قسم کی مراعات دیں۔ زمین دلوائی اور اس طرح صوبہ پنجاب میں پہلا مسیحی گرجا بمقام لدھیانہ 1837ء میں تعمیر ہوا۔ اللہ تعالیٰ کا عجیب تصرف ہے کہ اس نے اسی شہر لدھیانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ 20/رجب 1309ہجری بمطابق 23/مارچ 1889ء کو جماعت احمدیہ کی بنیاد رکھوا کر قتل دجال کی مہم کا آغاز فرما دیا اور اس شہر کا ابتدائی لفظ بھی ''لد'' ہے۔ جس جماعت کی بنیاد لدھیانہ میں رکھی گئی وہی ساری دُنیا میں پھیل کر دجال کا قلع قمع کر رہی ہے۔

وہ مکان جس کے کمرہ میں آپؑ نے سب سے پہلے مولانا نور الدین صاحبؓ کی بیعت لی اور جماعت کی بنیاد رکھی ''دار البیعت'' کہلاتا ہے۔ یہ مکان حضرت صوفی احمد جان صاحبؓ کا تھا۔ جو سیدنا مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے گہری محبت رکھتے تھے۔ لیکن قیام جماعت سے قبل ہی فوت ہو گئے تھے۔ ان کی بیٹی سے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کی شادی بھی ہوئی۔ یہ مکان صوفی صاحبؓ کے صاحبزادوں نے صدر انجمن کے نام ہبہ کر دیا۔ صدر انجمن نے اس کا انتظام مقامی جماعت کے سپرد کر دیا۔ 1916ء میں اس کی پہلی شکل میں کچھ تبدیلی کر کے جانب شمال ایک لمبا اور پختہ اور ہوادار کمرہ تیار کروا دیا گیا۔ جس کی شمالی دیوار کی بیرونی سطح پر دار البیعت کا نام اور تاریخ بیعت کا کتبہ ثبت کیا گیا اور صحن میں پختہ اینٹوں کا کوئی بالشت بھر اونچا چبوترا اور ایک محراب بنوا کر نماز کے لئے مخصوص کر دیا گیا۔ دسمبر 1939ء میں نماز گاہ پر ایک چھوٹی سی خوبصورت مسجد کی تعمیر ہوئی۔ بجلی کے قمقمے آویزاں کئے گئے۔ صحن میں نلکہ نصب ہوا اور غسل خانہ جائے ضرورت تیار کی گئی ہے۔

ایک لمبے کمرے کو دو میں تبدیل کر کے مشرقی کمرہ میں احمدیہ لائبریری قائم کی گئی۔ اسی کمرہ کی مشرقی دیوار کے جنوبی کونے کے پہلو میں وہ مقدّس جگہ ہے جہاں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیٹھ کر پہلی بیعت لی تھی اور جماعت کا قیام عمل میں آیا تھا۔

اگرچہ دار البیعت کی عمارت ہمیشہ ہی صدر انجمن احمدیہ قادیان کی ملکیت رہی لیکن 1947ء تقسیم ملک کے بعد اس میں ایک غیر مسلم کرایہ دار رہتے تھے۔ انہوں نے اس میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں کی۔ آخر ان سے یہ تاریخی عمارت خالی کروائی گئی اور مورخہ 15/فروری 2006ء سے اسے افراد جماعت کے لئے کھول دیا گیا۔

(قادیان اور اس کے مقدس و تاریخی مقامات صفحہ 80-78)

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کی دعاؤں کا ثمر
دارالبیعت لدھیانہ کا حصول

اللہ تعالیٰ کے فضل اور حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی دعاؤں سے ایک طویل قانونی چارہ جوئی اور پر حکمت طرزِ عمل کے نتیجہ میں ممکن ہوا، الحمد للہ۔ اس کی تفصیل بتاتے ہوئے مولانا کوثر نے اپنی تقریر میں فرمایا:

تقسیم ہند کے وقت مشرقی پنجاب سے جماعت احمدیہ کا بہت بڑا حصہ ہجرت کر کے مغربی پنجاب جانے پر مجبور ہوگیا، جس کی وجہ سے مشرقی پنجاب میں موجود جماعت کے بعض مقدس اور تاریخی مقامات احمدی آبادیوں سے عارضی طور پر خالی ہوگئے۔ انہی میں سے ایک دارالبیعت لدھیانہ تھا۔ یہ وہ تاریخی مقدس مقام ہے جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے 23/مارچ 1889ء کو جماعت احمدیہ کی بنیاد رکھی تھی۔ یہ تاریخی مکان صدر انجمن احمدیہ قادیان کی ملکیت تھی اور ہے۔ مگر جب وہاں کوئی احمدی آبادی نہ رہی تو یہ مکان بھی خالی رہ گیا۔ کچھ عرصہ کے بعد ایک غیر مسلم دوست کو ان کی درخواست پر دارالبیعت معمولی کرائے پر رہائش کے لئے، اس شرط پر دے دیا گیا کہ وہ اپنی رہائش کا جلد از جلد کسی اور جگہ انتظام کرلیں اور دارالبیعت کو خالی کرکے جماعت کے سپرد کردیں، مگر انہوں نے وعدہ خلافی کی اور ایسا نہ کیا، وقت گزرتا گیا۔ مجبوراً صدر انجمن احمدیہ کو انخلاء کے لئے عدالت کی طرف رجوع کرنا پڑا اور کم و بیش تیس (30) سال سے یہ مقدمہ چل رہا تھا اور عدالت کی طرف سے فیصلہ نہ ہونے کی وجہ سے جماعت دارالبیعت سے محروم تھی۔ دسمبر 2005ء کے آخر پر حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز قادیان تشریف لائے حضور انور سے ذاتی ملاقات کے دوران خاکسار (محمد حمید کوثر) نے دارالبیعت کے انخلاء کے لئے دعا کی درخواست کی اور عرض کیا حضور! اب تو حالت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ اس میں رہنے والے جماعت کے افراد کو دعا کرنے کے لئے اندر جانے کی اجازت نہیں دیتے۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا مجھ سے پہلے بھی کچھ دوستوں نے اس سلسلہ میں بات کی ہے۔ اس کے بعد حضور انور کچھ دیر خاموش رہے اور بعد ازاں فرمایا

"انشاء اللہ تعالیٰ، اللہ فضل فرمائے گا"

حضور انور کی زبان مبارک سے نکلے یہ دعائیہ کلمات بارگاہِ الٰہی میں قبول ہوئے اور افضال الٰہیہ کے نزول کا سلسلہ شروع ہوا اور انخلاء کے راستے میں حائل رکاوٹیں ایک کے بعد دوسری دور ہونا شروع ہوگئیں۔ فریق مخالف مقدمہ ہار گیا۔ اس کے باوجود جماعت نے ان کے ساتھ احسان کا سلوک کیا اور ایک خطیر رقم ان کو دی تا کہ وہ کہیں اور اپنی رہائش کا انتظام کرلیں اور یہ کوشش کی کہ وہ ناراض ہو کر دارالبیعت سے نہ نکلیں۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی دعاؤں اور توجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو صلح کی طرف مائل کیا اور وہ اپنی مرضی سے شکریہ ادا کرتے ہوئے دارالبیعت سے چلے گئے اور ان کے لئے بھی اللہ تعالیٰ نے رہائش کا بہت بہتر انتظام کر دیا۔

یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز مؤرخہ 15/جنوری 2006ء کو قادیان سے روانہ ہوئے اور روانگی کے صرف ایک ماہ بعد 15/فروری 2006ء کو دارالبیعت کا قبضہ لینے کے لئے بات شروع ہوگئی اور پھر جلد ہی صدر انجمن احمدیہ کو دارالبیعت مل گیا۔ یہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی دعاؤں کا ہی نتیجہ تھا کہ 59 سال کے بعد دارالبیعت جماعت کو مل گیا اور اسے زائرین کے لئے دعائیں کرنے اور نمازوں کی ادائیگی کے لئے کھول دیا گیا اور الحمد للہ اب تک یہ سلسلہ جاری ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز افراد جماعت کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"پس یاد رکھیں کہ دعا ایک زبردست ہتھیار ہے اور اس کی عظیم الشان برکات ہیں۔ اس لئے اپنے ہر کام میں کامیابی کے لئے دعاؤں میں اپنے عزیز و اقارب کے لئے دعائیں کریں۔ خلافت کے استحکام اور جماعت کی ترقی کے لئے دعائیں کریں۔ امت کے لئے دعائیں کریں اپنے ملک کی سلامتی اور ہر قسم کی خوشحالی کے لئے دعائیں کریں۔ اپنے اہل و عیال کو بھی دعا کی برکات سے آگاہ کرتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کو مقبول دعاؤں کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔"

(روزنامہ الفضل ربوہ 28/دسمبر 2015ء صفحہ 3)

دارالبیعت لدھیانہ کا اندرونی منظر

(قدیمی خاکہ دارالبیعت لدھیانہ)

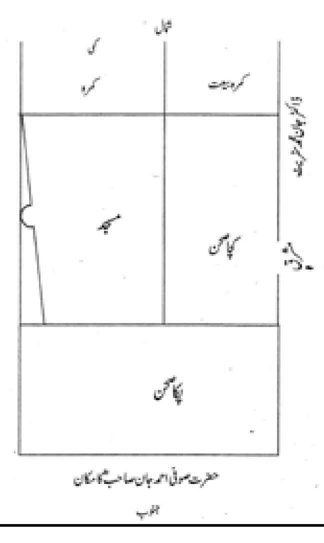

23 مارچ

اپنا جائزہ لینے کا دن

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ 30دسمبر 2016ء کے خطبہ جمعہ میں فرمایا:

”ہم احمدی خوش قسمت ہیں کہ جنہیں اللہ تعالیٰ نے مسیح موعود اور مہدی معہود کو ماننے کی توفیق عطا فرمائی، جنہوں نے ہمارے سامنے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی تعلیم کا نچوڑ یا خلاصہ نکال کر رکھ دیا اور ہمیں کہا کہ تم اس معیار کو سامنے رکھو تو تمہیں پتا چلے گا کہ تم نے اپنی زندگی کے مقصد کو پورا کیا ہے یا پورا کرنے کی کوشش کی ہے یا نہیں؟ اس معیار کو سامنے رکھو گے تو صحیح طور پر اپنے ایمان کو پرکھ سکتے ہو۔ ہر احمدی سے آپ نے عہد بیعت لیا اور اس عہد بیعت میں شرائط بیعت ہمارے سامنے رکھ کر لائحہ عمل ہمیں دے دیا جس پر عمل اور اس عمل کا ہر روز ہر ہفتے ہر مہینے اور ہر سال ایک جائزہ لینے کی ہر احمدی سے امید اور توقع بھی کی۔“

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اس خطبہ جمعہ میں جن اُمور کی طرف توجہ دلائی، وہ نقاط کی شکل میں ہدیہ قارئین ہیں:

کیا ہم نے شرک نہ کرنے کے عہد کو پورا کیا؟

کیا ہماری نمازیں، ہمارے روزے، ہمارے صدقات، ہماری مالی قربانیاں، ہمارے خدمت خلق کے کام، ہمارا جماعت کے کاموں کیلئے وقت دینا، خدا تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کی بجائے غیر اللہ کو خوش کرنے یا دنیاد کھاوے کے لئے تو نہیں تھا؟

ہمارے دل میں چھپی ہوئی خواہشات اللہ تعالیٰ کے مقابلہ پر کھڑی تو نہیں ہوگئی تھیں؟

کیا ہمارا سال جھوٹ سے مکمل طور پر پاک ہو کر اور کامل سچائی پر قائم رہتے ہوئے گزرا ہے؟

کیا ہم نے اپنے آپ کو ایسی تقریبوں سے دُور رکھا ہے جن سے گندے خیالات دل میں پیدا ہو سکتے ہیں؟ یعنی آجکل اس زمانے میں ٹی وی ہے، انٹرنیٹ ہے۔ یا اس قسم کی چیزیں اور ان پر ایسے پروگرام جو خیالات کے گندہ ہونے کا ذریعہ بنتے ہیں کیا ان سے ہم نے اپنے آپ کو بچایا؟

کیا ہم نے بدنظری سے اپنے آپ کو بچانے کی ہر ممکن کوشش کی ہے اور کر رہے ہیں؟

کیا ہم نے فسق و فجور کی ہر بات سے اس سال بچنے کی کوشش کی ہے؟

کیا ہم نے اپنے آپ کو ہر ظلم سے بچا کر رکھا ہے؟

کیا ہم نے اپنے آپ کو ہر قسم کی خیانت سے پاک رکھا ہے؟

کیا ہم نے ہر قسم کے فساد سے بچنے کی کوشش کی ہے؟

کیا ہر قسم کے باغیانہ رویہ سے پرہیز کرنے والے ہم ہیں؟

کیا ہم نفسانی جوشوں سے مغلوب تو نہیں ہو جاتے؟

کیا ہم پانچ وقت نمازوں کا التزام کرتے رہے ہیں؟

کیا نماز تہجد پڑھنے کی طرف ہماری توجہ رہی؟

کیا ہم آنحضرت ﷺ پر درود بھیجنے کی باقاعدہ کوشش کرتے ہیں؟

کیا ہم باقاعدگی سے استغفار کرتے رہے ہیں؟

کیا اللہ تعالیٰ کی حمد کرنے کی طرف ہماری توجہ رہی؟

کیا ہم اپنوں اور غیروں سب کو کسی بھی قسم کی تکلیف پہنچانے سے گریز کرتے رہے ہیں؟

کیا ہمارے ہاتھ اور ہماری زبانیں دوسروں کو تکلیف پہنچانے سے بچی رہی ہیں؟

کیا ہم عفو و درگزر سے کام لیتے رہے ہیں؟

کیا عاجزی اور انکساری ہمارا امتیاز رہا ہے؟

کیا خوشی، غمی، تنگی اور آسائش ہر حالت میں ہم خدا تعالیٰ کے ساتھ وفا کا تعلق رکھتے رہے ہیں؟

اللہ تعالیٰ سے کبھی کوئی شکوہ تو نہیں پیدا ہوا کہ میری دعائیں کیوں قبول نہیں کی گئیں یا مجھے اس تکلیف میں کیوں مبتلا کیا گیا؟

کیا ہر قسم کی رسوم اور ہوا و ہوس کی باتوں سے ہم نے پوری طرح بچنے کی کوشش کی ہے؟

کیا قرآن کریم اور آنحضرت ﷺ کے احکامات اور ارشادات کو ہم مکمل طور پر اختیار کرنے کی کوشش کرتے ہیں؟

کیا تکبر اور نخوت کو ہم نے مکمل طور پر چھوڑا ہے یا اس کے چھوڑنے کے لئے کوشش کی ہے؟

کیا ہم نے خوش خلقی کے اعلیٰ معیار حاصل کرنے کی کوشش کی ہے؟

کیا ہم نے حلیمی اور مسکینی کو اپنانے کی کوشش کی ہے؟

کیا ہر دن ہمارے اندر دین میں بڑھنے اور اس کی عزت اور عظمت قائم کرنے والا بنتا رہا ہے؟ دین کو دُنیا پر مقدم کرنے کا عہد جو ہم اکثر دہراتے ہیں صرف کھوکھلا عہد تو نہیں رہا؟

کیا اسلام کی محبت میں ہم نے اس حد تک بڑھنے کی کوشش کی ہے کہ اپنے مال پر اس کو فوقیت دی۔ اپنی عزت پر اس کو فوقیت دی اور اپنی اولاد سے زیادہ اسے عزیز اور پیارا سمجھا؟

کیا اللہ تعالیٰ کی مخلوق کی ہمدردی میں آگے بڑھنے کی کوشش کرنے والے ہیں یا کرتے رہے ہیں؟

کیا اپنی تمام تر استعدادوں کے ساتھ مخلوق خدا کو فائدہ پہنچانے کی کوشش کرتے رہے ہیں؟

کیا یہ دُعا کرتے رہے اور اپنے بچوں کو بھی نصیحت کرتے رہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اطاعت کے معیار ہمیشہ ہم میں قائم رہیں، ہمیشہ آپؑ کی اطاعت کرتے رہیں، اعلیٰ معیاروں کے ساتھ اور اس میں بڑھتے بھی رہیں؟

کیا ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے تعلق اخوت اور اطاعت اس حد تک بڑھایا کہ باقی تمام دُنیا کے رشتے اس کے سامنے ہیچ ہو جائیں، معمولی سمجھے جانے لگیں؟

کیا ہم خلافت احمدیہ سے وفا اور اطاعت کے تعلق میں قائم رہنے اور بڑھنے کی دعا سال کے دوران کرتے رہے؟

کیا اپنے بچوں کو خلافت احمدیہ سے وابستہ رہنے اور وفا کا تعلق رکھنے کی طرف توجہ دلاتے رہے اور اس کے لئے دُعا کرتے رہے کہ ان میں یہ توجہ پیدا ہو؟

کیا خلیفہ وقت اور جماعت کے لئے باقاعدگی سے دُعا کرتے رہے؟

آخر پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا۔

”اگر تو اکثر سوالوں کے مثبت جواب کے ساتھ یہ سال گزرا ہے تو کچھ کمزوریاں رہنے کے باوجود ہم نے بہت کچھ پایا۔ جتنے سوال میں نے اٹھائے ہیں اگر زیادہ جواب نفی میں ہیں تو پھر قابل فکر حالت ہے۔ ہمیں اپنی حالتوں پر غور کرنا چاہیے اور اس کا مداوا اسی طرح ہوسکتا ہے کہ ان راتوں میں یہ دعا کریں، آج کی رات بھی ہے اور کل آخری رات ہے، اور مصمم ارادہ کریں اور ایک عہد کریں اور خاص طور پر نئے سال کے آغاز میں یہ دُعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہماری گزشتہ کوتاہیوں اور کمیوں کو معاف فرمائے اور نئے سال میں ہمیں زیادہ سے زیادہ پانے کی توفیق دے ہم کھونے والے نہ ہوں اور ہم ان مومنین میں شامل ہوں جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے اپنا سب کچھ قربان کرنے کے لیے تیار رہتے ہیں۔“

(الفضل انٹرنیشنل لندن 20 تا 26 جنوری 2017ء صفحہ 5 تا 8)

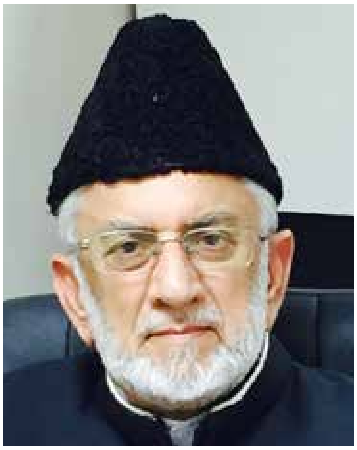

چِٹھی مسیح

(مکرم مرزا نصیر احمد صاحب، استاد جامعہ احمدیہ یوکے)

"چٹھی مسیح" کا عنوان آج کے دور میں بعض قارئین کے لئے غیر معروف ہوگا مگر اس کی شہرت حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ سے ہی ہے بلکہ اُس وقت تو یہ الفاظ زبان زد عام تھے اور تبلیغ کی علامت کے طور پر جانے جاتے تھے۔ یہ دراصل ایک طویل پنجابی نظم ہے جسے راقم الحروف کے دادا جان حضرت مولوی محمد اسماعیل صاحبؓ نے حضرت مسیح موعودؑ کے دست مبارک پر بیعت ہونے کے بعد مخصوص پنجابی زبان ولہجہ میں لکھا جو علمی نکات کے ساتھ ساتھ لطیف مزاح کا رنگ بھی لئے ہوئے ہے۔

خاکسار کے دادا جان مرحومؓ ترگڑی ضلع گوجرانوالہ کے رہنے والے تھے۔ آپ کا آبائی وطن تو دلّی تھا مگر کسی زمانہ میں آپ کے بزرگان وہاں سے ہجرت کر کے پہلے وزیر آباد اور پھر ترگڑی آکر آباد ہوگئے تھے۔ حضرت مولوی صاحب مرحومؓ کے دادا مکرم مرزا غلام قادر صاحب اپنے زمانہ کے بہت بڑے حکیم اور عالم باعمل تھے اور اپنے علاقہ میں اپنی نیکی، تقویٰ شعاری، علم اور خدمت خلق کی وجہ سے ایک بااثر شخصیت کے مالک تھے۔ چنانچہ حضرت مولوی محمد اسمٰعیل صاحب کی پرورش بھی اسی علمی اور دینی ماحول میں ہوئی۔

دادا جان مرحوم ہر چند کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا پیغام سننے پر آپ سے متاثر ہوئے مگر بعض وجوہات کی بناء پر ابتداء میں شدید مخالف بھی رہے لیکن جب اللہ تعالیٰ کے فضل سے اپنے بہنوئی حضرت میراں بخش صاحب جو گوجرانوالہ میں سپرنٹنڈنٹ پولیس کے دفتر میں ہیڈ کلرک تھے اور 313 کے صحابی تھے، کی کوششوں سے حق شناسی کی توفیق ملی اور غالباً 1897ء یا 1898ء میں ایک خواب کی بناء پر جو آپ کو مسلسل تین روز تک آتی رہی حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے دستِ مبارک پر بیعت کر لی اور نہ صرف خود بلکہ آپ کے تین بیٹوں کو بھی صحابی ہونے کی سعادت نصیب ہوئی، چوتھے بیٹے بچپن میں ہی فوت ہوگئے تھے۔

حضرت مولوی محمد اسماعیل صاحبؓ چونکہ اپنے گاؤں کے اکثر لوگوں کے استاد تھے جن میں مسلمان، سکھ اور ہندو بھی شامل تھے اسلئے آپ کے جتنے بھی مسلمان شاگرد تھے ان میں سے ایک اچھی خاصی تعداد کو آپ کی تبلیغ اور آپ کے زیر اثر ہونے کی وجہ سے حضرت اقدس علیہ السلام کی بیعت کر کے صحابہ میں شامل ہونے کا شرف حاصل ہوا تھا جن کی تعداد 35 کے قریب تھی۔ بفضلہٖ تعالیٰ صحابہ کی تعداد کے لحاظ سے ترگڑی کی جماعت دیہاتی جماعتوں میں ایک نمایاں مقام رکھتی ہے۔

آپ چونکہ ایک علمی گھرانہ کے چشم و چراغ تھے اس اعتبار سے پیشہ کے طور پر بھی آپ نے تدریس کو ہی اختیار کیا۔ آپ کی طبیعت ابتداء سے ہی شاعری کی طرف مائل تھی چنانچہ آپ نے جوانی میں ہی بہت سی نظمیں کہی تھیں۔ چند ایک اردو میں بھی تھیں لیکن آپ کا زیادہ تر کلام پنجابی زبان میں ہی منظر عام پر آیا ہے۔ پنجابی منظوم کلام میں "چٹھی مسیح" کے علاوہ سی حرفی در ردّ نصاریٰ، مسدس در وفاتِ مسیح، جھنڈا مہدی دا، نظارہ احمدی، ردّ کفارہ، دلائل حقّہ بر رذائل حُقّہ، تحفۃ النّصاریٰ، نماز مترجم، کریما مترجم، تذکرہ طاعون، ہدایت المسلمین اور سی حرفی اسماعیل کے عنوان سے بھی آپ نے پنجابی نظمیں لکھیں جن میں سے صرف چند ایک شائع ہوئیں اور جن کی اشاعت نہ ہوسکی، اُن میں سے بہت سی نظمیں اب ناپید ہیں۔

حضرت مولوی صاحب موصوفؓ پنجابی زبان کے قادر الکلام شاعر بھی تھے چنانچہ قبولیت احمدیت کے بعد آپ نے اگرچہ بہت سی تبلیغی نظمیں لکھیں لیکن ان میں سے "چٹھی مسیح" کو سب سے نمایاں مقام حاصل ہے۔ اس کا مکمل عنوان "مولویاں دی چٹھی مسیح ابن مریم وَل تے اُس دا جواب" ہے۔ حضرت مولوی صاحبؓ کی یہ نظم اپنے اثرات ونتائج کے اعتبار سے ایک بہت بڑی خدمتِ دین ہے۔ یہ ایک خط کی طرز پر ہے جو آپ نے غیر احمدی مولویوں کے جذبات کی ترجمانی کرتے ہوئے حضرت عیسیٰ کی خدمت میں لکھا اور ان کے بے شمار گلے شکوے اور رونے دھونے تفصیل سے بیان کئے۔ جس کا خلاصہ حضرت مفتی محمد صادق صاحب نے اپنی تصنیف میں اس طرح سے بیان فرمایا ہے:

"اس زمانہ کے مولویوں نے مسیح ناصری کو ایک خط لکھا ہے کہ تم مزے سے آسمان پر بیٹھ رہے ہو اور ہم اس عذاب میں گرفتار ہیں کہ زمین پر ایک شخص نے مسیح موعود کا دعویٰ کر دیا ہے اور وہ کہتا ہے کہ مسیح ناصری فوت ہوگیا ہے وہ آسمان پر زندہ بجسم عنصری نہیں ہے اور جو آنے والا تھا وہ میں ہی ہوں۔ امت محمدیہ کے ایک فرد کو اللہ تعالیٰ نے مسیح بنا دیا اس پر ایمان لاؤ۔ ہم تیری طرف سے بہتیرا جھگڑتے ہیں کہ تو جسم کے ساتھ آسمان پر بیٹھا ہے اور اسی جسم کے ساتھ زمین پر نازل ہوگا مگر وہ نہیں مانتا اور قرآن وحدیث اور عقلی دلائل اور تاریخی واقعات سے ہمیں جھوٹا ثابت کرتا ہے۔ اب ہمارا بچاؤ صرف اسی میں ہے کہ تو جلدی آسمان سے نازل ہو تاکہ ہماری سچائی ثابت ہو"

(ذکر حبیب صـ 62-63)

آپ مزید فرماتے ہیں:

"اس نظم کو سن کر تمام حاضرین جلسہ نہایت محظوظ ہوئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بہت خوش ہوئے اور یہ نظم چھاپی گئی اور شائع ہوئی اور اس کے کئی ایڈیشن اب تک شائع ہو چکے ہیں۔ بعد میں مولوی صاحب موصوف نے مسیح ناصری کی طرف سے ایک جواب بھی مولویوں کے نام نظم میں شائع کیا تھا" (ایضاً)

یہ واقعہ خود آپ نے اس نظم میں بھی ان الفاظ کے ساتھ محفوظ کر دیا کہ:

میں قادیئیں جا سنائی ایہ وچ خدمت حضرت مہدی دے
سب مجلس خوش ہو آکھیا واہ ایہہ چِٹھّی خوب بنائی اے

یعنی میں نے قادیان جا کر خود حضرت امام مہدی کی خدمت میں پیش ہو کر یہ نظم سنائی جسے سن کر سب حاضرین مجلس نے خوب داد دی۔

اس نظم کے لکھنے کا خیال حضرت مولوی صاحب کو کیسے پیدا ہوا؟ اس بارہ میں تو کچھ کہنا مشکل ہے تاہم ایک بات بہر حال مسلّم ہے کہ حضرت مولوی صاحبؓ کو تبلیغ کا شوق جنون کی حد تک تھا، اس لئے ممکن ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہی آپ کو اس کا مضمون سمجھا دیا گیا ہو کیونکہ بعد کی مقبولیت بتا رہی ہے کہ یہ بات بہت ہی قرین قیاس ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ کے بعض دوستوں کی پُر اصرار فرمائش بھی تھی جیسا کہ آپ نے اس نظم کے آخر پر ذکر بھی کیا ہے

تے میاں چراغ دین تے ہور غلام حسن کشمیری اے
جنہاں اتنی لمبی چِٹھّی نت دن کہہ کہہ کے لکھوائی اے

یعنی میاں چراغ دین صاحب اور غلام حسن کشمیری صاحب نے پیچھے پڑ کر مجھ سے نظم کی صورت میں یہ خط لکھوایا ہے۔

اس بارہ میں ہمارے ایک بزرگ دوست مکرم محمد صادق جنجوعہ صاحب (مرحوم) آف ترگڑی کی روایت ہے جو انہوں نے خاکسار کو جلسہ سالانہ برطانیہ 1997ء کے موقع پر سنائی کہ ایک مرتبہ حضرت مولوی صاحبؓ نے یہ شعر ارتجالاً پڑھا:

کیوں تاج امامت دا ربّ دتا مرزے قادیاں والے نوں
دُکھ مولویاں نوں ڈاھڈا پر ایہہ ربّ دی پروائی اے

یہ شعر آپ کے دوستوں کو بہت پسند آیا اور انہوں نے اصرار کیا کہ اس شعر کو عنوان بنا کر پوری نظم ہونی چاہیے۔ چنانچہ یہ شعر اسی چِٹھّی مسیح کا پیش خیمہ بن گیا (واللہ اعلم بالصواب)۔

خاکسار کے والد مرحوم حضرت مرزا محمد حسین صاحبؓ نے اپنے ایک مضمون میں تحریر فرمایا ہے۔

"انہی ایام میں (یعنی 1903ء میں۔ ناقل) جناب والد صاحب نے ایک پنجابی رسالہ جس کا نام "چِٹھّی مسیح ابن مریم وَل" رکھا، طیّار کیا۔ اس کا مسودہ حضرت اقدسؑ کو جو اُن دنوں گورداسپور میں تھے پڑھ کر سنایا حضور بہت محظوظ ہوئے اور فرمایا حضرت مسیحؑ کی طرف سے بھی کچھ جواب ہونا چاہیئے۔ والد صاحب نے عرض کیا بہت بہتر۔ چنانچہ والد صاحب نے حضرت مسیحؑ کی طرف سے جواب بھی طیّار کر کے پہلے مسودہ کے ساتھ شامل کر کے کتاب کی صورت میں شائع کرا دیا"۔

(روزنامہ الفضل ربوہ 9 جون 1931ء صفحہ 9)

ہمارے والد صاحب مرحوم نے حضرت مولوی محمد دین صاحب رضی اللہ عنہ جو ناظر تعلیم بھی رہے اور صدر انجمن احمدیہ پاکستان کے صدر بھی تھے، کی ایک روایت درج فرمائی ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

"عزیز مرزا محمد حسین صاحب (خاکسار کے والد محترم۔ ناقل) کے استفسار پر جہاں تک میرا ذہن میری یاد آوری کرتا ہے وہ یہ ہے کہ چِٹھّی مسیح منظوم پنجابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعد از شام مجلس مسجد مبارک میں دو تین راتوں تک سنائی جاتی رہی اور اس نظم اور مضمون کو بہت پسند کیا گیا تھا اور حضورؑ بھی اس سے محظوظ ہوتے رہے۔ اس کے مصنف مولوی محمد اسماعیل صاحب کی اپنی خاص آواز اس کو اور بھی دلکش بنانے والی تھی"۔ دستخط محمد دین ناظر تعلیم

(الفضل ربوہ 13 مئی 1961ء)

بہر حال یہ نظم بے حد مقبول ہوئی اور حقیقت یہ ہے کہ اس کی حضرت اقدس علیہ السلام کے دربار میں قبولیت ہی اس کی بے پناہ مقبولیت کا اصل راز تھی، بہت جلد خاص و عام کی زبان پر چڑھ گئی۔

اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ اشاعت کے ایک سال کے اندر اندر ہی یہ زبان زد خاص و عام ہو چکی تھی۔ سیرۃ المہدی میں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ نے حضرت سید محمد علی شاہ صاحبؓ انسپکٹر بیت المال قادیان کی یہ شہادت (حصّہ سوم صفحہ 39 پر) درج فرمائی ہے:

"جب میں ابتداء میں حضور کی بیعت کے لئے قادیان آیا تو.... نماز کے بعد بیعت کا وقت آیا۔ مجھے سب سے پہلے موقع ملا۔ اس کے بعد کئی لوگوں نے اپنی نظمیں سنائیں۔ مولوی محمد اسمٰعیل صاحب ساکن ترگڑی نے بھی اپنی پنجابی نظم چِٹھّی مسیح اور اس کا جواب سنایا جسے سن کر حضور اور خدام خوب ہنسے اور فرمایا اسے شائع کر دو۔"

(الفضل 17 مارچ 2006ء صفحہ 4)

خاکسار کو ایک مرتبہ (غالباً 1961 یا 1962ء) قمر الانبیاء حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد کی خدمت میں آپ کی کوٹھی "البشریٰ" میں حاضری دینے کی سعادت حاصل ہوئی تو آپ نے بھی چِٹھّی مسیح کا ذکر کر کے فرمایا کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے تھے کہ یہ دیہات میں تبلیغ کا ایک بہت عمدہ ذریعہ ہے۔ پھر خاکسار کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اب تم بھی کوئی اپنی چِٹھّی لکھو۔

مکرم میاں محمد صادق جنجوعہ صاحب نے اپنے والد صاحب مرحوم حضرت میاں اللہ دتہ صاحب جنجوعہؓ کی روایت سنائی کہ انہوں نے حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی سے سنا کہ انہوں نے فرمایا تھا کہ جب میں نے یہ "چِٹھّی مسیح" سن لی تو میں نے سوچا کہ انہوں نے تو پنجابی میں تبلیغ کا حق ادا کر دیا ہے۔ اب اس کے بعد تو کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔ اسی بارہ میں محترم حضرت مولانا دوست محمد صاحب شاہد مرحوم نے بھی ایک بار الفضل میں اپنے ایک مضمون میں حضرت اقدس علیہ السلام کا ارشاد حضرت مولانا عبد الرحیم نیرؓ (بانی افریقہ مشن) کی روایت کی صورت میں درج کیا تھا کہ:

"حضرت مسیح موعودؑ نے ایک دفعہ فرمایا کہ پنجابیوں نے ہر رنگ میں تبلیغ کا حق ادا کر دیا ہے"

(الفضل قادیان 25 اپریل 1933 صفحہ 6)

حضرت مولوی صاحبؓ کی وفات (24 مارچ 1924ء) کی خبر ملنے پر حضرت مصلح موعودؓ نے اپنے خطبہ جمعہ 28 مارچ میں آپ کی نماز جنازہ غائب ادا کرنے کے لئے وفات کی خبر

دیتے ہوئے فرمایا:

”ایک نہایت مخلص دوست ترگڑی کے شاعر محمد اسماعیل صاحب فوت ہو گئے ہیں۔ بہت جوش اور اخلاص رکھنے والے تھے۔ ان کی بعض نظموں نے تبلیغ میں بہت مدد دی ہے۔ حضرت مسیح موعود نے ان کی کتاب چٹھی مسیح کو بہت پسند کیا تھا۔ حُقّہ کے بہت دشمن تھے۔ اس کے متعلق ہمیشہ بحث کیا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ اگر آپ نے یہ عیب نہ مٹایا تو کیا مٹایا۔ گو ایک بات پر ہی زور دینا اصل دانائی نہیں لیکن ان کی غیرت ایمانی اور بدی سے نفرت کی وجہ سے ان کا یہ اصرار بھی بہت اچھا لگتا تھا۔ میں نماز کے بعد ان کا جنازہ پڑھوں گا۔ باقی دوست بھی شامل ہوں۔“

(الفضل 40/اپریل 1924ء)

سطور بالا میں متعدد جگہ اس بات کا ذکر ہو چکا ہے کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے جب اس منظوم چٹھی بنام حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو سنا تو آپ بے حد خوش ہوئے اور بہت محظوظ ہوئے۔ دراصل اس میں غیر احمدی مولویوں کی طرف سے جو ان کی بے بسی کا اظہار مولوی صاحب نے پنجابی اشعار میں پیش کیا ہے وہ واقعۃً ایسا ہے کہ انسان بے اختیار اس کو سن کر جھوم اٹھتا ہے۔ غیر احمدی علماء حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے عرض کرتے ہیں کہ اس مدّعیِ مسیحیت کی ذات میں وہ پیشگوئیاں ظاہری لحاظ سے پوری ہوتی ہوئی نظر ہی نہیں آتیں جن کا احادیث میں کثرت سے ذکر ہے۔ چنانچہ ان پیشگوئیوں کا اجمالی ذکر بھی درج ہے۔ اسی طرح یہ بات کہ مثلاً آنے والا مسیح کثرت سے مال تقسیم کرے گا یہ بات بھی یہاں نظر نہیں آتی چنانچہ حضرت مولوی صاحب یہ نظم سناتے سناتے جب اس مندرجہ ذیل شعر پر پہنچے تو روایت بیان کی جاتی ہے کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اس کو سن کر بے اختیار بہت ہنسے۔ وہ شعر یوں ہے کہ مولوی صاحبان حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو لکھتے ہیں کہ:

تے نالے سُندے ساں اوہ مہدی مفت خزانے ونڈے گا
ایہہ الٹا چندہ منگے سانوں دے نہ دھیلہ پائی

کہ ہم تو بزرگوں سے یہ سنتے آئے تھے کہ جب مہدی آئے گا تو وہ اتنا مال تقسیم کرے گا کہ لوگ لیتے لیتے تھک جائیں گے۔ مگر یہ عجیب مہدی ہے کہ مال دینا تو درکنار یہ الٹا ہم سے چندہ مانگتا ہے اور کہتا ہے کہ مالی قربانی پیش کرو اور ہمیں ایک پائی تک دینے کو تیار نہیں۔ گو ”چٹھی مسیح“ تو ساری ہی بہت دلچسپ ہے تاہم اس شعر نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بہت ہی محظوظ کیا۔“

حضرت مولوی صاحبؓ کی پنجابی شاعری کی اِستعداد کمال درجہ کی تھی اور یوں معلوم ہوتا ہے کہ اپنی عاجزانہ دعاؤں کے ساتھ اپنے اشعار میں تاثیر بھی پیدا کر لیتے تھے۔ اکثر ارتجالاً پنجابی میں اشعار کہہ لیتے تھے۔ آپ کی اس صلاحیت اور قادر الکلامی کے بیان کے لئے آپ کی اسی ”چٹھی مسیح“ میں سے بعض اور اشعار پیش کئے جاتے ہیں جن سے لطافت، مزاح اور شوخیِ تحریر کا بھی اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

آپ مولویوں کی طرف سے حضرت عیسیٰ سے مخاطب ہیں۔

اس قادیانوالے مرزے سانوں تنگ نہایت کیتا اے
اساں ایسے کارن حضرت آپنوں ایہ تکلیف پوچائی اے

یعنی قادیان کے اس مرزا نے ہمیں بہت تنگ کیا ہے، اس لئے اے حضرت عیسیٰ ہم آپ کو یہ تکلیف دے رہے ہیں۔

اے عیسیٰ پہنچ شتابی آن خبر لے اپنی امت دی
اس قادیاں والے مرزے تیری امت اوجیہڑا پائی اے

اے عیسیٰ جلدی سے پہنچ کر اپنی امت کی خبر لیں، اس قادیان والے مرزا نے آپ کی امت کو اجاڑ دیا ہے۔

اساں زور بتیرا لایا، روکیا لوکاں نوں اُتے اسنوں بھی
پر سب نوں اُس رگیدیا ساڈی پیش نہ جاندی کائی اے

ہم نے بہت زور لگا کر لوگوں کو اور اسے بھی روکا ہے، لیکن اس نے سب کو بہت ذلیل کیا ہے اور ہماری کوئی بھی پیش چلنے نہیں دی۔

اوہ شیر کھڑا للکارے زوروں وچ میدان صداقت دے
تے ہراک وانگ شغالاں ستھیں پھردا مونہہ چھپائی اے

وہ شیروں کی طرح صداقت کے میدان میں کھڑا ہو کر للکارتا ہے، اور ہر ایک گیدڑوں کی طرح اس سے منہ چھپاتا پھرتا ہے۔

نہ لُکن چھپن دے نہ امنوں گھر وچ بیٹھن دیندا اے
کی کریئے کتھ ڈب مریئے ڈاہڈی ساڈی شامت آئی اے

وہ نہ تو ہمیں چھپنے دیتا ہے نہ ہی سکون سے گھر بیٹھنے دیتا ہے، اس صورت حال میں ہم کیا کریں، کہاں ڈوب مریں، ہماری تو بہت زیادہ شامت آئی ہوئی ہے۔

جو ہووے خلاف قرآن دے نہ اُسدی اوہ کجھ عزت کردا اے
اوہ بھاویں بوداؤد ہووے خواہ ترمذی اُتے نسائی اے

جو شخص بھی قرآن کریم کے خلاف بات کرتا ہے، اس کی وہ ذرہ برابر عزت نہیں کرتا، خواہ وہ سننِ ابی داؤد سے کچھ پیش کرے یا جامع ترمذی یا سنن نسائی سے۔

اوہ نویں نویں نت لکھ رسالے گھلدا ملک بملکاں تے
خود عیسیٰ مہدی بندا تیرا جاندا نام مٹائی اے

وہ ہر روز نئے نئے رسالے لکھ لکھ کر دوسرے ملکوں میں بھجواتا جا رہا ہے، اور خود عیسیٰ مسیح بن کر آپ کا نام مٹاتا جارہا ہے۔

اساں گالیاں نال تے اسنوں پیپوں کیتا سنے مریداں دے
پر نال انصاف عدالت اسنے ساڈی جھنڈ بٹھائی اے

ہم نے اسے اور اس کے مریدوں کو گالیاں دے دے کر خوب ذلیل کرنے کی کوشش کی ہے مگر انصاف کی بات یہی ہے کہ الٹا اُس نے ہماری خوب درگت بنائی ہے۔

اساں خبر دتی کرتینوں ہن اگوں تیری مرضی اے
ایہہ قادیاں والا مرزا تیرا بہت بڑا ویرائی اے

ہم نے تو اے عیسیٰ آپ کو ساری صورت حال سے آگاہ کر دیا ہے کہ یہ قادیاں والا مرزا آپ کا سخت دشمن بنا ہوا ہے، اس کے بعد اب آپ کی مرضی ہے۔

الغرض اس نظم کا ہر شعر نہایت دلچسپ اور لطف دینے والا ہے اور حقیقت تو یہ ہے کہ ساری ہی نظم پڑھنے کے لائق ہے۔ اللہ تعالیٰ ہزاروں ہزار رحمتیں نازل فرماتا چلا جائے آنحضرت ﷺ پر اور آپ کے عاشق صادق حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر اور آپ کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر جنہوں نے آپ کو شناخت کرنے کی سعادت حاصل کی اور آپ کی تریاقی صحبت اور قوت قدسیہ سے حصہ پایا اور اس فیض کو اپنی نسلوں تک پہنچایا۔ اللہ کرے کہ ہم سب اسے سنبھالنے اور اس کا حق ادا کرنے والے ہوں، آمین۔

حالاتِ حاضرہ

آخر کتنے
مسلمان، ہندو، یہودی، کرسچن
حیوان ہیں؟

معروف کالم نگار جناب وسعت اللہ خان کا ہفتہ وار کالم بات سے بات

پہلی ڈھارس اور جرات وزیرِ اعظم جاسنڈا آرڈرن کی طرف سے آئی۔ واردات کے چند منٹ بعد انہوں نے میڈیا کے سامنے بھرائی آواز میں کہا 'اس دہشت گردی کا شکار وہ تارکین وطن ہیں جنہوں نے نیوزی لینڈ کو اپنا گھر بنایا۔ ہاں یہ ان کا گھر ہے اور وہ ہمارا حصہ ہیں جس شخص نے اس بدترین جرم کا ارتکاب کیا وہ ہم میں سے نہیں۔ آج کا دن ہماری تاریخ کا سیاہ ترین دن ہے۔ یہ حملہ اس لئے ہوا کہ ہم یک رنگی کے بجائے نسلی و سماجی رنگارنگی پر یقین رکھتے ہیں۔ براہ کرم حملہ آور کی پرتشدد وڈیوز اور اس کے تحریری جواز کو آگے نہ بڑھائیں۔ تاکہ اس پرتشدد سوچ کو آکسیجن نہ مل سکے۔' اس سانحے میں سے پہلا ہیرو میاں نعیم رشید ابھرا جو دوسرے نمازیوں کو بچانے کے لئے حملہ آور باڈی بلڈر برینٹن ٹارانٹ سے لپٹ گیا۔ نعیم رشید اور ان کا بیٹا طلحہ کرائسٹ چرچ کے شہیدوں میں شامل ہیں۔

خبر پھیلتے ہی ہر ایک نے سوچنا شروع کر دیا۔ میں اس وقت بحیثیت انسان کیا کر سکتا ہوں؟

کرائسٹ چرچ دہشت گردی کے متاثرین کی مدد کے لئے قائم خصوصی فیس بک پیج 'گیو اے لٹل' پر پچھلے چوبیس گھنٹے میں باسٹھ ہزار سے زائد ڈونر پینتالیس لاکھ ڈالر سے زائد چندہ دے چکے ہیں اور یہ رقم مسلسل بڑھ رہی ہے۔ لانچ گڈ ویب سائٹ پر اب تک لگ بھگ تیس ہزار لوگ چندہ دے چکے ہیں۔

یوتی لوآنو اور ان کی اہلیہ نے جب اسپتال کے باہر فٹ پاتھ پر زخمی عزیزوں کی خیر خبر کے انتظار میں سینکڑوں سوگوار چہرے دیکھے تو انہیں پہلا خیال آیا کہ یہ تو بھوکے پیاسے ہوں گے۔ یوتی نے فوراً ایک فیس بک پیج بنایا اور حلال فوڈ کی اپیل کر دی۔ یوتی اور ان کی اہلیہ کی اس اپیل پر خوراک کے تھیلوں سے لدے پھندے شہریوں کی لمبی قطار بن گئیں۔ اس قطار سے خوراک جمع کرنے کے لئے رضا کاروں کا ایک جتھا خود بخود وجود میں آ گیا۔ چند گھنٹے بعد یوتی کو فیس بک پیج پر ایک اور اپیل جاری کرنا پڑی 'آپ کا بہت بہت شکریہ۔ مزید نہیں چاہئے۔ گنجائش اور ضرورت سے زیادہ اشیائے خورد و نوش جمع ہو گئی ہیں۔ نیوزی لینڈ رجیتے رہیے۔'

گرونانک فری کچن آک لینڈ کی جانب سے ٹویٹر اور فیس بک پر اپیل ہوئی۔ مسلمان بھائیوں کی سیوا کے لئے ایسے رضا کار چاہئیں، جو میت کو غسل دے سکیں، جنازوں اور ان کے عزیزوں کو قبرستان تک پہنچا سکیں، قبر کی کھدائی میں مدد کر سکیں، سوگواروں کو کھانا کھلانے کے لئے لنگر کی ڈیوٹی سنبھال سکیں، واہ گرو جی کا خالصہ، واہ گرو جی کی فتح۔۔۔

ویلنگٹن شہر کی شہری لیانس ہوورڈ کا فیس بک پیج چند ہی گھنٹے میں سولہ ہزار سے زائد نیوزی لینڈرز نے شئیر کیا۔ پیغام بس اتنا ہے 'اگر ویلنگٹن کی کوئی مسلمان خاتون اس وقت خوفزدہ ہے تو مجھ سے رابطہ کرے۔ میں تمہارے ساتھ چلوں گی، بس سٹاپ پر تمہارے ساتھ کھڑی ہوں گی، سفر کروں گی، تم اگر خریداری کرنا چاہو تو میں تمہاری حفاظتی دیوار بنوں گی۔ پلیز مجھ سے بلا ہچکچاہٹ رابطہ کرو۔'

بیس اکتوبر دو ہزار نو کو ایک خودکش بمبار اسلام آباد کی انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی میں طالبات سے بھری کینٹین میں گھسنا چاہ رہا تھا۔ مگر اس سے خاکروب پرویز مسیح لپٹ گیا۔ خودکش بمبار کینٹین کے دروازے پر پھٹ گیا۔ تین ہلاکتیں ہوئیں۔ پرویز مسیح جان نہ دیتا تو بیسیوں ہوتیں۔

آٹھ جنوری دو ہزار پندرہ کو جب داعش نے پیرس میں توہین آمیز کارٹون چھاپنے والے رسالے چارلی ہیبڈو کے دفتر پر ہلہ بولا تو ایک فرانسیسی پولیس افسر احمد مراتب انہیں روکنے کی کوشش میں شہید ہو گیا۔ جنازے میں شریک ہر شخص نے بیج لگا رکھا تھا 'میں احمد ہوں۔'

اسی دن پیرس میں کوشر فوڈ بیچنے والی ہائپر کیچر سپر مارکیٹ پر دہشت گرد حملہ ہوا۔ وہاں مالی سے آیا ہوا ایک مسلمان پناہ گزیں لسانا بتیلی بھی مزدوری کرتا تھا۔ اس نے حالات بھانپ لئے اور جتنے بھی دہشت زدہ یہودی گاہکوں کو سپر مارکیٹ کے زیرِ زمین کمرے میں دھکیل سکتا تھا دھکیل کر باہر سے تالا لگا کے بچا لیا۔ صدر فرانسوا ہولاندے نے اس سیاہ فام مسلمان تارکِ وطن کو صدارتی محل میں بلایا اور مصافحہ کرتے ہوئے کہا 'تمہارے جیسا فرانسیسی کوئی نہیں۔۔'

گذشتہ برس مئی میں بھارتی ریاست اتراکھنڈ میں رام نگر کے ایک مندر کے باہر انتہاپسندوں نے ایک ہندو لڑکی کے ہمراہ آنے والے مسلمان لڑکے کو گھیر لیا۔ ایک پولیس افسر گگن دیپ سنگھ نے اس لڑکے کو خود سے چپکا کر سنگساری سے بچا لیا۔ بعد میں گگن دیپ نے کہا 'میں نے کیا خاص کیا؟ یہ تو ہر بھارتی کو کرنا چاہیئے۔'

کوئی بتائے کہ کتنے مسلمان، ہندو، سکھ، یہودی، کرسچن اور ملحد برے ہوتے ہیں؟ ان میں حیوان کتنے ہیں اور انسان کتنے؟

زیادہ نہیں بس ایک منٹ ضرور سوچئے گا۔ اندر سے جو بھی جواب آئے اسے کسی کو بتائے بغیر یاد ضرور رکھیے گا۔

(بشکریہ: بی بی سی اردو)

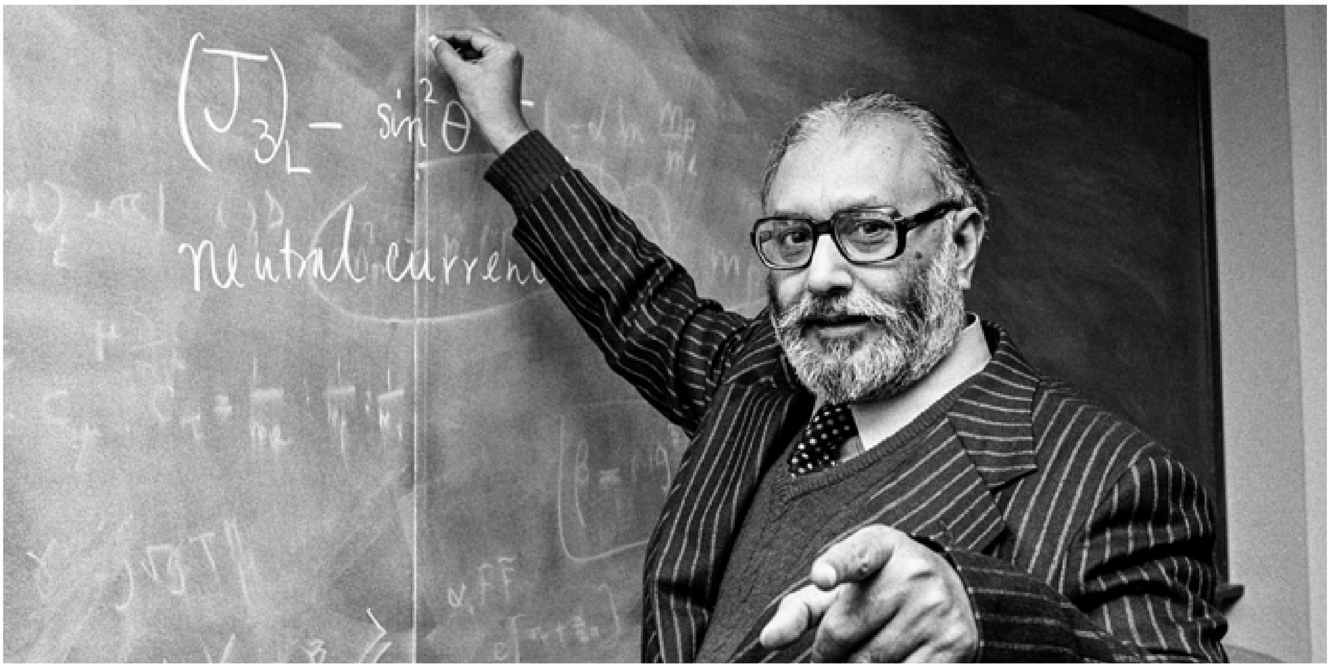

میرے فرقہ کے لوگ اس قدر علم اور معرفت میں کمال حاصل کریں گے کہ اپنی سچائی کے نور اور اپنے
دلائل اور نشانوں کے رُو سے سب کا مُنہ بند کر دیں گے۔ (تجلیات الٰہیہ)

کائنات اور سائنس

پروفیسر ڈاکٹر محمد عبد السلام صاحب

زیر نظر لیکچر محترم پروفیسر محمد عبد السلام صاحب مرحوم نے فیض فاؤنڈیشن کی دعوت پر 27/ فروری 1988ء کو لاہور میں دیا تھا جسے ''فیض میموریل لیکچر'' کے نام سے شائع کیا گیا۔ یہ ایک سائنسدان کا لیکچر بھی ہے اور اس کے ساتھ قرآن کریم کی تفسیر بھی۔ ایک عارف باللہ کی اپنے خالق کو پہچاننے اور اس کا عرفان حاصل کرنے کی سعی بھی ہے۔ اس کا ابتدائی حصہ پڑھ کر یہ اندازہ بھی لگایا جاسکتا ہے کہ ایک سائنسدان کس حد تک ادبی ذوق کا مالک بھی ہوسکتا ہے۔ اور محترم پروفیسر صاحب مرحوم ومغفور اپنی بے پناہ مصروفیت کے باوجود اپنے مضمون سے ہٹ کر اتنی گہرائی کے ساتھ فیض کی شاعری پر بھی قلم اٹھاتے اور کمال مہارت سے اس کا حق بھی ادا کرتے ہیں۔ (ادارہ)

اَشھَدُ اَن لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اَشھَدُ اَنَّ مُحَمَّداً عَبدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ، أعوذ باللہ من الشیطان الرجیم۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ میری بڑی عزت افزائی ہے کہ مجھے فیض میموریل لیکچر دینے کے لئے مدعو کیا گیا ہے۔ میں اس نوازش کے لئے بیگم ہاشمی کا شکر گزار ہوں۔ ایسے کوئی موزوں الفاظ میرے ذہن میں نہیں آرہے جن میں اظہارِ ممنونیت کروں۔ یہ سب فضل ہے اس رب العزت کا جس کا سایۂ کرم ہمیشہ سے مجھ پر رہا ہے اور اظہار ہے اُس اٹوٹ رشتہ کا جو میرے اور آپ کے درمیان ہے۔ جب یورپ میں میرے حلقۂ احباب میں یہ خبر پھیلی کہ میں لاہور فیض میموریل لیکچر دینے جارہا ہوں تو زیادہ تر دوستوں نے اپنے تعجب کا اظہار کیا شاید ان وجوہ کی بنا پر کہ:

فیض ایک عظیم شاعر اور میں ایک حقیر سائنسدان۔ وہ حُسن و عشق کی دنیا میں رہنے والے، میں ایٹم کی تنہا دنیا کا باشندہ، وہ زندگی میں رنگینی کے دلدادہ، میں زاہد خشک، وہ قید وبند سے آشنا اور ارباب اقتدار کی نگاہوں میں معتوب اور میں ادیبوں اور مصنفین سے ہم آہنگی اور وابستگی کے بعد بھی Establishment سے کام لینے کا خوگر۔

اس سلسلہ میں پہلی عاجزانہ عرض تو یہ ہے کہ سائنسدان حسن وجمال سے غیر متعلق نہیں ہوتا۔ لاہور میں پیدا ہونے والے نوبل انعام یافتہ پروفیسر چندر شیکھر نے اپنی کتاب Truth and Beuatuy میں John Keats کی اس بات کو دہرایا ہے کہ Beauty is truth، Truth is Beauty صداقت اور حسن میں کوئی امتیاز نہیں۔ ایسی بہت سی مثالیں ہیں کہ جمالیاتی ذوق سے متصف سائنسدانوں کے پیش کردہ نظریے بالآخر صحیح ثابت ہوئے گو شروع میں وہ ضعیف نظر آتے تھے۔ اس بظاہر نظریاتی اختلاف کے باوجود ہماری کئی قدریں اشتراک رکھتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بار بار فرمایا ہے کہ اے اُمت

رسول! میری خلق پر تفکر اور تسخیر کائنات تمہارے ذمے کئے گئے ہیں اس طرح پر تم بھی انہی صفات سے متصف کئے جاؤ گے۔ اَللّٰہُ الَّذِیْ سَخَّرَ لَکُمُ الْبَحْرَ لِتَجْرِیَ الْفُلْکُ فِیْہِ بِاَمْرِہٖ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِہٖ وَلَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ ۝ وَسَخَّرَ لَکُمْ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مِنْہُ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَکَّرُوْنَ

(الجاثیۃ 13،14)

"خدا ہی تو ہے جس نے سمندر کو تمہارے قابو میں کر دیا تا کہ اس کے حکم سے اس میں کشتیاں چلیں اور تا کہ تم اس کے فضل سے (معاش) تلاش کرو اور جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب کو اپنے حکم سے تمہارے کام میں لگا دیا۔ جو لوگ غور کرتے ہیں ان کے لئے اس میں (قدرت خدا کی) نشانیاں ہیں۔

کلام پاک میں سات سو پچاس آیات یعنی قرآن کریم کا 1/8 حصہ ایسا ہے جس میں انسان کو تفکر و تسخیر کی دعوت دی گئی ہے۔ تفکر و تسخیر، رَبِّ أَرِنِیْ حَقَایِقَ الْاَشْیَاءِ کی دعا اور قدرتی وسائل پر قابو یہی سائنس اور ٹیکنالوجی ہیں۔ فیض بنیادی طور پر اسی جادۂ تفکر و تسخیر کے راہی تھے۔ سنئیے! ان کا تفکر انہیں تحیّر کی کس منزل پر لے جاتا ہے۔

کئی بار اس کی خاطر ذرے ذرے کا جگر چیرا
مگر یہ چشم حیراں جس کی حیرانی نہیں جاتی

یہاں فیض نے چشم حیراں کی بات کی ہے یہی اعلیٰ سائنس کی بنیاد ہے اور یہی سائنسی تحقیق کی معراج، تفکر کے سفر کی ہر منزل، چشم حیراں کو مزید حیرانیوں کی وادی میں گم کر دیتی ہے۔ فیض تفکر اور تحیر سے پیدا ہونے والی تسخیر یعنی ٹیکنالوجی کو انسانوں کی فلاح و بہبود کے لئے استعمال ہوتے ہوئے دیکھنا چاہتے تھے۔ وہ اسے چند کی اجارہ داری نہ سمجھ کر ساری انسانیت کا ترکہ سمجھتے تھے۔ وہ اس کے ثمرات سے سارے عالم کو مستفید ہوتے دیکھنا چاہتے تھے۔ سنئیے لینن پرائز کی تقریب کے موقع پر وہ اس بارے میں کیا کہتے ہیں۔ "یہ بم اور راکٹ، توپیں، بندوقیں سمندر میں غرق کر دو اور ایک دوسرے پر قبضہ جمانے کے بجائے تسخیر کائنات کو چلو جہاں جگہ کی کوئی تنگی نہیں ہے۔" اور پھر کہتے ہیں۔

"اب سے پہلے انسانوں کو فطرت کے ذخائر پر اتنی دسترس اور پیداوار کے ذرائع پر اتنی قدرت نہ تھی کہ ہر گروہ اور برادری کی ضرورتیں پوری طرح سے تسکین پا سکتیں۔ اس لئے آپس میں چھین جھپٹ اور لوٹ مار کا کچھ نہ کچھ جواز موجود تھا۔ لیکن اب یہ صورت نہیں۔ اب انسانی عقل سائنس اور صنعت کی بدولت اس منزل پر پہنچ چکی ہے کہ جس میں سب تن بخوبی پل سکتے ہیں اور سبھی جھولیاں بھر سکتی ہیں بشرطیکہ قدرت کے یہ بے بہا ذخائر، پیداوار کے یہ بے اندازہ خرمن، بعض اجارہ داروں اور مخصوص طبقوں کی تسکینِ ہوس کے لئے نہیں بلکہ جملہ انسانوں کی بہبود کے لئے کام میں لائے جائیں اور عقل اور سائنس اور صنعت کی کُل ایجادیں اور صلاحیتیں تخریب کی بجائے تعمیری منصوبوں میں صَرف ہوں۔ لیکن یہ جبھی ممکن ہے کہ انسانی معاشرے میں ان مقاصد سے مطابقت پیدا ہو اور انسانی معاشرے کے ڈھانچے کی بنائیں ہوس، استحصال اور اجارہ داری کے بجائے انصاف، برابری، آزادی اور اجتماعی خوشحالی پر اٹھائی جائیں"۔

میری برسوں سے یہی تگ و دو رہی ہے کہ سائنس اور ٹیکنالوجی ساری دنیا میں اور خصوصاً تیسری دنیا میں فروغ پائے اور اس کے ثمرات سے کیا امیر اور کیا غریب سبھی مستفید ہوں۔ فیض کا خیال تھا کہ سائنس اور ٹیکنالوجی کے ثمرات کو محض ایک مخصوص نظام کے تحت ہی عام کیا جاسکتا ہے۔ میں اس خیال کا حامل ہوں کہ انسانیت میں اتنی بلوغت آچکی ہے کہ یہ مقصد افہام و تفہیم کے ذریعے حاصل کیا جاسکتا ہے۔

فیض شاعر ضرور تھے مگر وہ عام تصور کے شاعروں سے مختلف تھے۔ ان کا خیال تھا کہ شاعر کا کام صرف مشاہدہ ہی نہیں مجاہدہ بھی اس پر فرض ہے۔ ان کے نزدیک حیات انسانی کی اجتماعی جدوجہد کا ادراک اور اس جدوجہد میں حسب توفیق شرکت زندگی کا تقاضا ہی نہیں، فن کا تقاضا بھی ہے۔

اس لحاظ سے بھی میں خود کو فیض کے قریب پاتا ہوں۔ میں نہ صرف اس بات کا قائل ہوں بلکہ پچھلے 37 سالوں سے اس بات کی تبلیغ کر رہا ہوں کہ ایک سائنسدان کو اپنی دنیا فارمولوں اور تجربہ گاہوں تک ہی محدود نہ رکھنی چاہیے بلکہ حسب توفیق انسانیت کی فلاح و بہبود اور اس کی ترقی کے لئے جدوجہد کرنی چاہیے۔

رہا مذہب کا معاملہ تو فیض جن اعلیٰ انسانی قدروں کو عزیز رکھتے تھے وہ اصلی اسلامی اقدار ہیں۔ فیض کے بارے میں اس بات کو اشفاق احمد نے ایک دوسرے انداز سے کہا ہے۔ اگر فیض، حضور سرورِ کائنات (ﷺ) کے زمانے میں ہوتے تو ان کے چہیتے غلاموں سے ہوتے جب بھی کسی بدزبان، تُندخو، بداندیش یہودی دکاندار کی دراز دستی کی خبر پہنچتی تو حضور ﷺ کبھی کبھی ضرور فرماتے "آج فیض کو بھیجو، یہ بھی دھیما ہے، صابر ہے، بردبار ہے، ہمارے مسلک پر عمل کرتا ہے"۔

عشق رسول اللہ (ﷺ) میں ڈوبی ہوئی اس نعت کو پڑھ کر شقی القلب ہی ان پر اسلام پسند نہ ہونے کا الزام دے گا۔

نعت

اے تُو کہ ہست ہر دلِ محزوں سرائے تُو
آوردہ ام سرائے دِگر از برائے تُو
خواجہ بہ تخت بندۂ تشویشِ مُلک و مال
بر خاک رشکِ خسروِ دوراں گدائے تُو
آنجا قصیدہ خوانیِ لذّاتِ سیم و زر
اینجا فقط حدیثِ نشاطِ لقائے تُو
آتش فشاں ز قہر و ملامت زبانِ شیخ
از اشک تر ز دردِ غریباں ردائے تُو
باید کہ ظالمانِ جہاں را صدا کُند
روزے بسُوئے عدل و عنایت صدائے تُو

(غبار ایام صفحہ 36)

یہ سب باتیں اپنی جگہ پر۔ اب تو فیض اور مجھ میں ایک چیز اور مشترک ہوگئی ہے دونوں ہی ملک کے بااثر طبقے کی نگاہ میں ناپسندیدہ ہیں۔ اس تاثر کا اظہار ہمارے لائق وزیر تجارت ڈاکٹر محبوب الحق صاحب نے اپنے ایک حالیہ بیان میں کیا ہے۔

میں نے ذہن پر بہت زور دیا ہے لیکن مجھے یاد نہیں پڑتا کہ فیض سے میری پہلی ملاقات کب اور کہاں ہوئی تھی۔شاید ملک کے باہر لندن میں، لیکن 1945ء میں مجھے ان کا مجموعہ کلام ''نقشِ فریادی'' پڑھنے کا اتفاق ہوا۔اس کے بعد سے یوں لگتا ہے جیسے میں ہمیشہ ہی ان سے واقف رہا ہوں ان سے میری آخری ملاقات ملتان کے ہوائی اڈے پر ہوئی تھی۔ وہ لاہور جا رہے تھے۔میرا جہاز اسلام آباد سے آ کر ملتان میں رُک گیا تھا کیونکہ اس روز کہر اور غبار بہت زیادہ تھا۔جہازوں کی آمد و رفت بند ہوگئی تھی۔اس روز پورٹ پر ہم بار بار ملے۔انہوں نے اپنی نئی غزلوں کے شعر سنائے اور ازراہ کرم ان اشعار کو نوٹ بک میں لکھ دیا جو بطورِ تبرک لندن میں میرے پاس محفوظ ہیں۔

نثار میں تری گلیوں کے اے وطن کہ جہاں
چلی ہے رسم کہ کوئی نہ سر اٹھا کے چلے
جو کوئی چاہنے والا طواف کو نکلے
نظر چرا کے چلے جسم و جاں بچا کے چلے
ہے اہل دل کے لیے اب یہ نظم بست و کشاد
کہ سنگ و خشت مقید ہیں اور سگ آزاد
دشت میں سوختہ سامانوں پہ رات آئی ہے
غم کے سنسان بیابانوں پہ رات آئی ہے
نورِ عرفان کے دیوانوں پہ رات آئی ہے
شمعِ ایمان کے پروانوں پہ رات آئی ہے
بیت شبیر پہ ظلمت کی گھٹا چھائی ہے
درد سا درد ہے تنہائی سی تنہائی ہے

اس قدرے طویل ذکر کے بعد اب میں اس موضوع پر آتا ہوں جس کا اعلان کیا گیا ہے۔آج کے لیکچر میں بنیادی طور پر تین باتوں پر گفتگو کروں گا۔

وسعت کائنات اور کائنات میں کارفرما قوتیں

دوران گفتگو اگر میں انگریزی زبان استعمال کرنے لگوں تو اُمید ہے آپ درگزر کریں گے جواز میں کچھ تصرف کے ساتھ حفیظ جالندھری کا ایک شعر پیش ہے۔

زبان انگلشہ کی ہمزبانی ہو نہیں سکتی
ابھی اردو میں پیدا وہ روانی ہو نہیں سکتی

پاکستان میں سائنسی تعلیم و تحقیق کی حالت زار اور اسے بہتر بنانے کی صورت اور اس سلسلہ میں ایک کڑی حلقہ اَرباب سائنس کی تحریک کا آغاز میں چاہتا ہوں کہ حلقہ اَرباب سائنس کی تحریک چلے اور فروغ پائے۔

وسعت کائنات

چاند سورج ستارے اور فلک ابتداء ہی سے انسان کے غور و فکر کے محور رہے ہیں۔اس غور و فکر کی تاریخ کم سے کم اتنی ہی پرانی ہے جتنی کہ قدیم مصریوں کی تاریخ۔فلک کو سمجھنے کی ابتدائی کوششیں مایتھالوجیکل (Mytholog-ical) نوعیت کی ہیں۔جن میں فلکی اجرام کو مختلف قسم کی دیوی دیوتاؤں سے تعبیر کیا گیا ہے ان کوششوں کے بارے میں آج ہم جو چاہے کہیں اتنا ضرور ہے کہ ان میں کائنات میں ایک ترتیب اور ربط کی تلاش کا عنصر موجود ہے۔

ان مایتھالوجیکل تصورات کے بعد بطلیموس (Ptole-my) کے تصور کائنات کا دور آتا ہے جس کے مطابق زمین ساری کائنات کا مرکز ہے۔اور اجرام فلکی جیسے چاند، سورج، ستارے اور دیگر سیارگان زمین کے گرد گردش کر رہے ہیں۔اس تصور کو صدیوں تک مقبولیت حاصل رہی۔اسے سب سے پہلے سنجیدہ طور پر جیارڈینو برونو (Giardano Bruno) نے چیلنج کیا اس نے زمین کی مرکزی حیثیت سے انکار کیا اور ایک لامتناہی کائنات کے تصور کو اپنایا۔اپنے ان خیالات کی پاداش میں غریب برونو کو کٹر کیتھولک مذہب پرستوں نے مرتد قرار دے کر نذر آتش کر دیا۔برونو کے خیالات کی اتنی شدید مخالفت کی ایک وجہ یہ تھی کہ اس سے انسان کی جائے سکونت یعنی زمین کی مرکزی حیثیت ختم ہو رہی تھی۔

یہاں یہ ذکر بھی بے محل نہ ہوگا کہ قرونِ وسطیٰ کے کیتھولک مذہبی طبقے کا کسی سائنسدان کو اس کے سائنسی نظریات کی بناء پر ایذاء پہنچانے کا یہ تنہا واقعہ نہ تھا۔اٹلی میں جب گیلیلو (Galileo) نے فلکیات کے مسائل کو اس طرح درجہ بند کیا کہ انہیں مسائل کا جواب جو واقعتاً فزکس سے تعلق رکھتے ہوں تجزیہ کے ذریعے حاصل کیا جائے تو وہ بھی زیر عتاب آیا جس کے نتیجے کے طور پر اٹلی میں سائنس کی ترقی کم سے کم اٹھارویں صدی کے آخر تک رُک گئی۔

لیکن اب اس واقعہ کے تقریباً ساڑھے تین سو سال بعد نظریاتی اختلاف کے مسئلہ پر کیتھولک طبقے کی طرف سے رواداری کا اظہار ہو رہا ہے۔ہز ہولی نس پوپ جان پال ثانی (Pope John Paul II) نے ویٹیکن میں 09رمئی 1983ء کو منعقد ہونے والی ایک خصوصی تقریب میں یہ اعلان کیا'' گلیلیو اور اس کے بعد کے واقعات سے چرچ نے سبق لیا ہے.... چرچ خود تجربے اور غور و فکر سے سیکھتا ہے اور وہ اب تحقیق کی آزادی کے مفہوم کو بہتر طور پر سمجھنے لگا ہے.......یہ تحقیق ہی ہے جس سے صحیح آگاہی آتی ہے اس لئے چرچ اب اس نتیجہ پر پہنچا ہے کہ سائنس اور ایمان میں کوئی حقیقی تضاد نہیں''۔

مخالفت کے باوجود رفتہ رفتہ زمین کی مرکزی حیثیت کا تصور ختم ہو گیا ہے شاید یہ کہنا زیادہ صحیح نہیں ہے کیونکہ آج بھی بعض مذہبی حلقوں میں یہ تصور پایا جاتا ہے کہ زمین ساکن ہے۔مثال کے طور پر مدینہ یونیورسٹی کے صدر جناب عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز نے اپنی 1982ء میں شائع ہونے والی کتاب (علیٰ سکون الارض لجریان الشمس والقمر) میں زمین کو ساکن اور چاند سورج کو اس کے گرد گردش کرنے کے نظریہ کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے، گو خدا کا شکر ہے کہ انہوں نے اپنے نہ ماننے والوں کو کافر قرار نہیں دیا۔

اب میں کائنات کے بارے میں موجودہ تصورات کو مختصراً پیش کروں گا۔

ہمارا نظام شمسی جس کے مرکز پر سورج ہے رات میں آسمان پر نظر آنے والی کہکشاں کا ایک حقیر جزو ہے۔اس کہکشاں میں ہمارے سورج جیسے تقریباً ایک ارب ستارے ہیں۔کائنات میں ہماری کہکشاں جیسی تقریباً ایک ارب کہکشائیں ہیں۔ہماری کہکشاں کی پڑوسی کہکشاں تقریباً 1.5 ملین نوری سال دوری پر ہے۔(ایک نوری سال=10^{13}KM)

کائنات کی ابتداء کے بارے میں (Astronomers) کا خیال ہے کہ اس کی ابتداء ایک عظیم دھماکے (Big Bang) سے ہوئی جو آج سے تقریباً 20-15 ملین (10^9)

سال پہلے ہوا تھا اس عظیم دھماکے کے تحت کائنات نے پھیلنا شروع کیا جس سے وہ ٹھنڈی ہونے لگی۔ (Big Bang) سے کائنات کی موجودہ صورت حال کیسے پیدا ہوئی اسے سمجھنے کے لئے کائنات میں کارفرما قوتوں کا سمجھنا ضروری ہے۔

ابتداء ہی سے انسان اس کوشش میں سرگرداں رہا ہے کہ وہ طبیعاتی عوامل کی توجیہہ چند سادہ تصورات اور اصولوں سے کرے۔ اس کوشش میں سلطان محمود غزنوی کے دور کے مسلمان سائنسدان البیرونی کا کام واضح طور پر پہلے سامنے آتا ہے۔ البیرونی اور اس کے بعد گلیلیو نے یہ اصول پیش کیا کہ طبیعات کے جو قوانین کرۂ ارض پر کارفرما ہیں وہی کائنات کے ہر گوشے میں ہیں۔ آج یہی اصول ساری سائنس کی بنیاد ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو سائنس کا وجود ہی نہ ہوتا۔

فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا...(فاطر 44)

البیرونی اور گلیلیوؒ کے کام آگے بڑھاتے ہوئے نیوٹن نے ریاضی کی مدد سے یہ دکھایا کہ جس قوت کے تحت مادی اجسام زمین کی طرف گرتے ہیں وہ بعینہٖ وہی ہے جس کے تحت سیارے سورج کے گرد گردش کرتے ہیں یہی قوت کشش ثقل ہے (Force of Gravity)۔

کشش ثقل کے بعد دوسری قوت کا انکشاف ہوا یہ الیکٹرو میگنٹک (Electromagnetic) قوت ہے یہ قوت دو الگ الگ شکلوں میں سامنے آئی۔ ایک مقناطیسی قوت اور دوسری برقی قوت۔ 1830ء میں فیراڈے (Far-aday) اور (Amrere) کے تجربات اور بعد میں 1870ء میکسول (Maxwell) کی نظریاتی تحقیقات سے یہ ثابت ہوا کہ مقناطیسی اور برقی قوانین دراصل ایک ہی قوت کے دو مختلف پہلو ہیں۔ نیوٹن کے بعد دو بظاہر مختلف نظر آنے والی قوتوں کی وحدت کے نمایاں کرنے کا یہ دوسرا کارنامہ ہے یہ الیکٹرو میگنٹک (برقی مقناطیسی) فورس ہی ہے جس کی بدولت ایٹم میں منفی چارج کا الیکٹران مثبت چارج کے نیوکلیئس سے بندھا ہے۔ ہماری روزمرہ کی زندگی میں استعمال ہونے والی بیشتر اشیاء جیسے بجلی، ریڈیو، ٹیلی وژن وغیرہ وغیرہ الیکٹرو میگنٹک قوت کا ہی کرشمہ ہے۔ اس صدی کے شروع میں کوانٹم میکنکس کی مدد سے یہ بھی منکشف ہوا کہ کیمیکل فورس جس کا تعلق کرہ ارض پر زندگی سے ہے الیکٹرو میگنٹک فورس کی ایک مخصوص شکل کا نام ہے۔

گریوٹی اور الیکٹرو میگنٹک قوتوں کے علاوہ دو قوتیں اور ہیں جن کا تعلق ایٹم کے نیوکلیئس سے ہے جیسا کہ آپ کو علم ہے ہر ایٹم میں ایک نیوکلیئس ہوتا ہے جس میں ایٹم کا تقریباً سارے کا سارا ماس (Mass) مرکوز ہوتا ہے۔ نیوکلیئس میں دو قسم کے ذرات پائے جاتے ہیں۔ ایک نیوٹران اور دوسرا پروٹران جس قوت کے زیر اثر یہ بندھے رہتے ہیں اُسے اسٹرانگ نیوکلیئر فورس (Strong nu-clear force) کہتے ہیں۔ یہ کائنات میں کارفرما بنیادی قوتوں کی تیسری قسم ہے اور ہمارے روزمرہ کے مشاہدہ سے پرے نیوکلیئر فورس کی ایک قسم اور ہوتی ہے چونکہ یہ کافی کمزور ہوتی ہے اس لئے اسے ویک نیوکلیئر فورس (Weak nuclear force) کہتے ہیں۔

اس صدی کے شروع میں آئن سٹائن نے چار ڈائمنشنل (Dimensional) زمان ومکان کا انقلابی تصور پیش کیا اور یہ دکھایا کہ (Time) اور مکان (Space) الگ الگ حیثیت نہیں رکھتے بلکہ وہ ایک سلسلہ میں مربوط ہیں۔ اس تصور کو مزید وسعت دیتے ہوئے انہوں نے یہ واضح کیا کہ گریوٹی دراصل مادی اجسام کے گرد اسپیس ٹائم کے (Curvature) خمیدگی کا مظہر ہے۔ کچھ ایسی ہی (Geometrical) توجیہہ وہ الیکٹرو میگنٹک فورس کی بھی کرنا چاہتے تھے اور اس کو بڑھاتے ہوئے وہ یہ دکھانا چاہتے تھے کہ کائنات میں پائی جانے والی قوتوں میں ایک قسم کی وحدت ہے مگر اپنی عمر کا بیشتر حصہ (35 سال) اس فکر میں غلطاں رہنے کے باوجود وہ اس کوشش میں کامیاب نہ ہو سکے۔

اس پس منظر میں ہماری تحقیق کا لُب لباب یہ ہے کہ الیکٹرو میگنٹک اور ویک نیوکلیئر قوتیں دراصل ایک ہی قوت کے دو مختلف پہلو ہیں۔ اس قوت کو میں نے الیکٹرو ویک فورس کا نام دیا ہے۔ اس انکشاف کی نوعیت وہی ہے جو فیراڈے اور میکسول کے ذریعہ الیکٹرک اور میگنیٹک قوتوں کے وحدت کی انکشاف میں تھی اس مہم میں شریک دو اور سائنسدانوں وائنبر گ (Wein-berg) اور گلیشو (Glashow) نے یہی انکشاف اپنے طور پر کیا۔

ہماری تحقیق کی چند پیشین گوئیاں تھیں جو بعد میں کئے گئے تجربات پر پوری اُتریں۔ مثلاً ہم نے یہ پیش گوئی کی تھی، تین ایسے ذرات دریافت ہونے چاہییں جن کی وجہ سے الیکٹرو ویک فورس وقوع پذیر ہوتا ہے۔ سرن (Cern) میں کئے گئے تجربات سے اس پیشین گوئی کی تصدیق ہوئی اور ان ذروں کی دریافت پر تجرباتی ٹیم کے سربراہوں فان ڈیر میئر (Van der Meer) اور کارلو روبیا (Karlo Rubia) کو اس پر نوبل انعام سے نوازا گیا۔ ہم تینوں وائن برگ، گلیشو Wein berg, Gla-show اور مجھے خصوصی دعوت دی گئی کہ ہم اس تقریب میں شامل ہوں۔

الیکٹرو ویک نظریے کی کامیاب کوشش کے بعد ہمارے سامنے دوسرا مرحلہ گرینڈ یونیفیکیشن (Grand unification) یعنی الیکٹرو ویک فورس اور اسٹرانگ نیوکلیئر فورس کی وحدت کا تھا۔ اس وحدت کی بدولت میں نے ڈاکٹر پتی (Pati) کی شمولیت میں ایک نظریہ پیش کیا اس نظریہ کی ایک اہم پیشین گوئی یہ ہے کہ پروٹان جسے غیر زوال پذیر مانا جاتا ہے اور جس کی زندگی لامتناہی تصور کی جاتی ہے حقیقتاً زوال پذیر ہے اور اس کا عرصہ حیات باوجود یہ کہ کافی لمبا (10^{32} year) ہے پھر بھی محدود ہے۔ اس پیشین گوئی کی تصدیق کے سلسلہ میں اب تک کئی تجربات ہو چکے ہیں لیکن ابھی یہ پیشین گوئی تجربات کی کسوٹی پر پوری نہیں اُتری۔

مختلف قوتوں میں وحدت کی تلاش کے سلسلہ کا آخری مرحلہ الیکٹرو ویک اسٹرانگ نیوکلیئر اور گریوٹی کی قوتوں میں وحدت نمایاں کرنے کا تھا۔ یہ مرحلہ نظریاتی طور پر

اسٹرنگ تھیوری (String Theory) کے ڈھانچے میں ہونا معلوم ہوتا ہے اسٹرنگ تھیوری کی بنیادی بات یہ ہے کہ بنیادی ذرات جنہیں ایک نقطہ متصور کیا جاتا رہا ہے۔ایک محدود دا سٹرنگ ہیں جن کی لمبائی نہایت ہی مختصر یعنی ایک سینٹی میٹر کے کئی کروڑویں حصہ 10^{33} cm سے بھی کم ہیں۔

اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ کائنات کی قوتوں کو ایک لڑی میں پرودینے کا وہ خواب جسے آئن سٹائن نے دیکھا تھا اور جس کے لئے وہ مدتوں سرگرداں رہے تھے وہ پورا ہوتا نظر آرہا ہے۔

4۔انتھروپک پرنسپل (Anthropic Principle)

کائنات اور کائنات میں کارفرما قوتوں کے بارے میں اب تک جو علم انسان حاصل کر سکا ہے اس سے ذہن میں یہ سوال اٹھنا فطری ہے کہ آخر یہ سب کیا ہے اور کیوں ہے؟ یہ عظیم دھماکہ، یہ وسعت کائنات اور کائنات کا وسیع تر ہوتے جانا، یہ چار قسم کی قوتوں کا ہونا اور پھر ان کا ایک ہی قوت کا مختلف پہلو ہونا، یہ

دگرگوں ہے جہاں تاروں کی گردش تیز ہے ساقی
دل ہر ذرہ میں غوغائے رُستاخیز ہے ساقی

کیوں؟ آخر ان سب عوامل کے پس پشت کون سا مقصد کارفرما ہے۔اس سوال کا جواب پالینے کی ایک کوشش ڈِکے (Dicke) کا انتھروپک اصول ہے۔

سادہ الفاظ میں اس کو یوں بیان کیا جا سکتا ہے۔

”ایک کائنات کی عمر چند بلین سالوں سے زیادہ ہونی چاہیے تا کہ اس میں ذہین مخلوق آباد ہو سکے“

دوسرے الفاظ میں ہماری کائنات کا ایک عظیم دھماکہ سے شروع ہونا، پھیلتے جانا، قوتوں کا مختلف شکل اختیار کرنا، مادے کا بننا، کہکشاؤں اور ستاروں کا وجود میں آنا، ستاروں کا پھٹنا اور پھر ایک ستارے کے گرد باقیات سے ایک ایسے سیارے کا وجود میں آنا جس پر مناسب فضا اور سمندر ہو چونکہ ان کے لئے چند بلین سالوں سے زیادہ کا عرصہ درکار ہے اس لئے یہ سب کچھ ہمارے لئے تھا۔

اب میں ان باتوں کی وضاحت میں چند اتفاقات کو بیان کروں گا جو اس کائنات میں ایک ذہین مخلوق کے موجب بنے۔

اگر نیوکلیئر اور الیکٹرو میگنٹک قوتوں کی Strengths کے Ratio کی جو قیمت اس کائنات میں ہے اس میں ذرا سا فرق آجاتا تو اس کائنات کی ہسٹری پر بڑا ڈرامائی اثر پڑتا۔ مثلاً اگر یہ Ratio ذرا سا بڑھ جاتا تو دو پروٹان آپس میں مل کر ڈائی پروٹان بنتے اور دو (L Nuclei) مل کر Be کا پائدار نیوکلیئس بناتے جو اس Ratio کی موجودہ قیمت کے تحت نہیں ہوتا۔اس کا اثر یہ ہوتا کہ عظیم دھماکے کے بعد والی نیوکلیئس سنتھیسیس (Big Bang Nu-clear synthesis) کا عمل کافی تیز ہو جاتا اور سارے نیوکلیائی He اور دوسرے نیوکلیائی کے بنانے میں صرف ہو جاتے۔اس کا مطلب یہ ہوتا کہ ہائیڈروجن نہ بن پاتی۔ ہائیڈروجن نہ ہونے کا مطلب پانی کا نہ ہونا جس کا مطلب پرائیمیول سمندر (Primeaval Ocean) کا نہ ہونا، جس کے بغیر Cellular life کا وجود ممکن نہیں۔اس طرح ساری بائیوکیمسٹری اور بائیولوجی جو زندگی کی ذمہ دار ہیں، نہ ہوتیں۔

دوسرا اتفاق یہ ہے کہ Stars (ستارے) اسی صورت میں بن سکتے ہیں جب خلا ہوتا کہ اسٹار کے بنتے وقت نکلنے والی زائد گرمی اور روشنی اس میں dump ہو۔اگر کائنات نہ پھیلتی رہتی تو اسٹار بننے کے لئے یہ خلا نہ میسر ہوتا۔

درج بالا اتفاقات کاسمک اتفاقات ہیں۔لوکل اتفاقات کا ذکر پہلے آچکا ہے کہ کس طرح گریوی ٹیشنل انرجی کے اخراج سے الیکٹرومیگنٹک اور نیوکلیئر قوتیں پھر کارفرما ہونا شروع ہو جاتی ہیں۔جس سے سارے نکلیائی بنتے ہیں اور اسٹار اس بوجھ کو سپرنووا دھماکے کے ذریعے خلاء میں پھینک دیتا ہے جن سے ایٹم، مالیکیول اور سیارے بنتے ہیں اور پھر بعض سیاروں میں لائف وجود میں آتی ہے۔

ہیں ناں یہ سب انسان کو وادئ تحیر میں گم کر دینے والی باتیں کہ کس طرح اس کا وجود اس عظیم دھماکے سے جڑا ہوا ہے جو آج سے تقریباً پندرہ بلین سالوں پہلے ہوا تھا۔

ادبی چٹکلہ

مگر دل نہ بنا

ہندوستان میں ایک جگہ مشاعرہ تھا۔

ردیف دیا گیا: ”دل بنا دیا“

اب شعراء کو اس پر شعر کہنا تھا۔

سب سے پہلے حیدر دہلوی نے اس ردیف کو یوں استعمال کیا:

اک دل پہ ختم قدرتِ تخلیق ہوگئی
سب کچھ بنا دیا جو مرا دل بنا دیا

اس شعر پر ایسا شور مچا کہ بس ہوگئی، لوگوں نے سوچا کہ اس سے بہتر کون گرہ لگا سکے گا؟

لیکن جگر مرادآبادی نے ایک گرہ ایسی لگائی کہ سب کے ذہن سے حیدر دہلوی کا شعر محو ہوگیا۔

انہوں نے کہا:

بے تابیاں سمیٹ کر سارے جہان کی
جب کچھ نہ بن سکا تو مرا دل بنا دیا

حیدر دہلوی اپنے وقت کے استاد تھے اور خیام الہند کہلاتے تھے۔جگر کے کلام کو سنتے ہی وہ سکتے کی کیفیت میں آگئے، جگر کو گلے سے لگایا، ان کے ہاتھ چومے اور وہ صفحات جن پر ان کی شاعری درج تھی۔جگر کے پاؤں میں ڈال دیئے۔

اس واقع سے قبل دہلی کے لال قلعہ میں ایک طرح مشاعرہ تھا۔قافیہ ”دل نہ بنا“ رکھا گیا تھا۔

اس وقت تقریباً سبھی استاد شعراء موجود تھے۔ان میں سیماب اکبرآبادی اور جگر مرادآبادی بھی تھے۔سیماب نے اس قافیہ کو یوں باندھا۔۔۔

خاکِ پروانہ، رگِ گل، عرقِ شبنم سے
اس نے ترکیب تو سوچی تھی مگر دل نہ بنا

شعر ایسا ہوا کہ شور مچ گیا کہ اس سے بہتر کوئی کیا قافیہ باندھے گا؟ سب کی نظریں جگر پر جمی ہوئی تھیں۔

معاملہ دل کا ہو اور جگر چُوک جائیں۔۔۔وہ شعر پڑھا کہ سیماب کا شعر لوگوں کے دماغ سے محو ہوگیا۔

زندگانی کو مری عقدۂ مشکل نہ بنا
برق رکھ دے مرے سینے میں، مگر دل نہ بنا

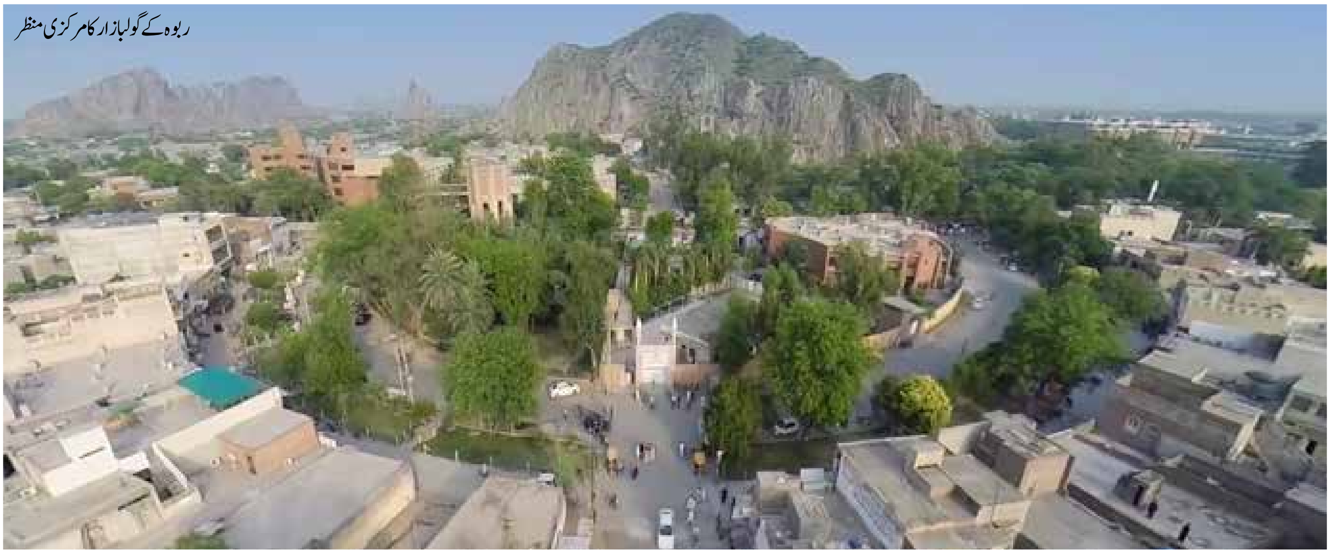

ربوہ کے گولبازار کا مرکزی منظر

ہم جس پہ مر رہے ہیں وہ ہے بات ہی کچھ اور
عالم میں تجھ سے لاکھ سہی، تو مگر کہاں

(محمد انیس دیالگڑھی)

وہ ربوہ ریلوے پھاٹک کے قریب دسترخوان بیچ رہا تھا۔ یہ اس کے کھیلنے کودنے کی عمر تھی یا سکول جانے کی مگر وہ پیٹ کا ایندھن بھرنے پر مجبور تھا۔ اس کی عمر دس سے گیارہ کے درمیان ہوگی۔ میں اور میری بیٹی عزیزہ مبارکہ انیس ایک دُکان سے باہر نکلے تو وہ ہماری طرف لپکا اور دسترخوان دکھانے لگا۔ میری بیٹی نے کہا کہ ہمیں نہیں چاہیے۔ مگر وہ باربار دکھارہا تھا کبھی اوپر والے کبھی نیچے والے۔عزیزہ مبارکہ نے کہا کہ دسترخوان ہمیں نہیں چاہیے تم یہ 20روپے رکھ لو۔ اُس نے 20روپے لینے سے انکار کردیا۔مبارکہ نے سمجھا کہ شاید 20روپے تھوڑے ہیں لہٰذا اُس نے پچاس روپے دینے چاہے اور کہا کہ یہ رکھ لو مگر دسترخوانوں کی ہمیں ضرورت نہیں اُس نے پچاس روپے بھی یہ کہہ کر ٹھکرادیئے کہ میں مانگنے والا نہیں ہوں اور یہ کہہ کر مایوسی سے واپس چلا گیا۔ اس کے اس طرح جانے سے میرا تو دل کٹ گیا اور جگر چھلنی ہوگیا۔ رزق حلال کی تلاش اور سوال سے اجتناب۔ ”لا یسئلون الناس الحافا“ کی تفسیر آنکھوں سے دیکھ لی۔اب میں اس کے پیچھے لپکا اور کہا بھائی بھیک نہیں لیتے تو نہ لو مگر دسترخوان تو بیچ دو۔میں نے اس سے کچھ دسترخوان لیے، پیسے دیئے اور چل پڑا۔واپسی پر میں سارا رستہ خاموش رہا مبارکہ بھی خاموش تھی۔شاید اس کے دل و دماغ میں بھی وہی جھکڑ چل رہا ہوگا جو میرے دل و دماغ میں تھا۔

ربوہ آنے سے قبل جرمنی کے چند لوگوں نے مجھے کہا تھا کہ ربوہ میں شاپنگ نہ کرنا۔ بہت مہنگائی ہے۔ ہم نے تھوڑی سی شاپنگ کی مگر ساری شاپنگ ربوہ سے ہی کی کہ لُوٹ تو کوئی بھی سکتا ہے اور ہم تو ویسے بھی سب کچھ لٹانے کے لئے آتے ہیں اور خود ایمان کے مزے لوٹتے ہیں۔

بساط ناز پہ سب کچھ جو کھو نہیں دیتا
ہم اہلِ شوق اسے بدقمار کہتے ہیں

اور ویسے بھی ربوہ سے باہر گاڑی کرایے پر لے کر جاؤ گے تو ظاہر ہے شاپنگ بھی زیادہ کروگے، زیادہ شاپنگ کروگے تو دُکاندار چھوٹ بھی دے گا۔لوگ گاڑیاں بھر بھر کے لے آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس نے اتنا چھوڑ دیا۔ اتنی شاپنگ ربوہ میں کرتے تو شاید وہ زیادہ چھوڑ دیتے اور ٹیکسی کا کرایہ بھی بچ جاتا۔

اس لڑکے کو دیکھ کر میں نے تو تہیّہ کرلیا کہ اب تو بالکل کہیں اور شاپنگ نہیں کروں گا اور یقین جانیئے کہ نہ تو کوئی چیز مہنگی تھی اور نہ ہی کسی نے ہمیں لوٹا۔ میں نے بعد میں دوسرے شہروں کے ساتھ قیمتوں کا موازنہ بھی کیا مگر کچھ مہنگا نہ تھا۔

یہ حضرت مصلح موعودؓ کا آباد کردہ ربوہ ہے جس کے چپہ چپہ پر دعائیں کی گئیں اور جگہ جگہ پر قربانیاں دی گئیں اور یہ وہ مقام ہے جہاں سے اسلام کا نام دوبارہ دنیا میں پہنچا۔ یہی وہ بابرکت مقام ہے جو حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ کی جائے پیدائش بھی ہے اور ابھی بھی یہاں کی اکثریت مومنین کی ہے اور قربانیاں پیش کرنے والوں کی ہے۔

وہ لوگ جو سلام کو رواج دیتے ہیں، نمازوں کے اوقات میں دُکانیں بند کردیتے ہیں اور مالی قربانی بھی کرتے ہیں۔ خلیفہ وقت کا خطبہ باقاعدگی سے سنتے ہیں اور حضور انور کا نام آنے پر بعض آنکھیں چمک اٹھتی ہیں اور بعض بھیگ جاتی ہیں۔ یہ لوگ کیسے لُٹیرے ہوسکتے ہیں؟ ہاں! یہ بھی درست ہے کہ سفید چادر پر معمولی سا کالا داغ بھی دور سے نظر آتا ہے اور بُرا معلوم ہوتا ہے اور سفید چادر کے حُسن کو خراب کردیتا ہے اور لوگ سفید چادر کو بھول کر اُس چھوٹے سے کالے داغ کی طرف اشارہ کرنا شروع کردیتے ہیں۔جن لوگوں نے مجھے ربوہ سے باہر شاپنگ کرنے کا مشورہ دیا تھا ان کو میں یہی کہوں گا کہ

یہ تو نے کیا کہا ناصح نہ جانا کوئے جاناں میں
ہمیں تو رہروؤں کی ٹھوکریں کھانا مگر جانا

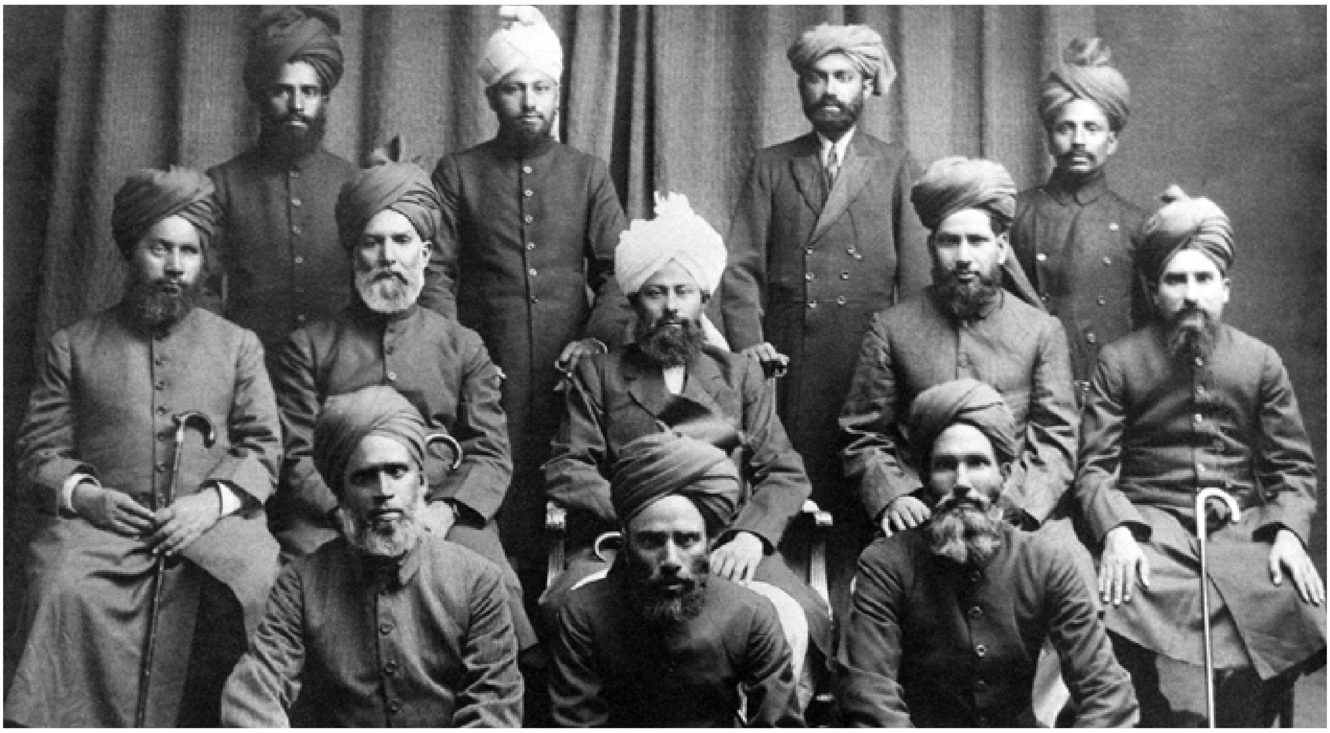

(قسط دوم)

قضاء کی 100 سالہ تاریخ کا مختصر جائزہ

(مکرم حافظ راشد جاوید صاحب، ناظم دارالقضاء مرکزیہ ربوہ)

عہد خلافت ثالثہ میں نظام قضاء

حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحبؒ جب منصب خلافت پر متمکن ہوئے تو قضاء کے حوالہ سے آپ کا ابتدائی ارشاد تھا کہ:

''حضرت مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آخری چند سالوں میں اپنی بیماری کی وجہ سے بورڈ قضاء کے فیصلوں کے خلاف اپیل سماعت نہ فرماتے تھے۔ بورڈ قضاء کا فیصلہ آخری ہوتا تھا۔ مگر اب بورڈ قضاء کے ہر فیصلے کی اپیل میرے پاس ہو سکے گی۔ خواہ میعاد اپیل گذر چکی ہو۔ جس کا فیصلہ میں خود کروں گا۔''

چنانچہ اس کے بعد بورڈ کے فیصلہ جات پر کثرت سے اپیلیں حضورؒ کی خدمت میں پیش ہوتی رہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ لمبا عرصہ کام کرنے کی توفیق پانے والے محترم صاحبزادہ مرزا غلام احمد صاحب نے بھی خاکسار کو بتایا اور امسلہ (فائلوں) سے بھی یہ امر ظاہر ہوتا ہے کہ حضورؒ کی زیادہ تر کوشش ہوتی تھی کہ کسی طرح لوگوں کے تنازعہ کا حل نکل آئے اور جو کسی کا حق نہیں دے رہا اس کو سمجھ لگ جائے اور وہ حق دینے پر

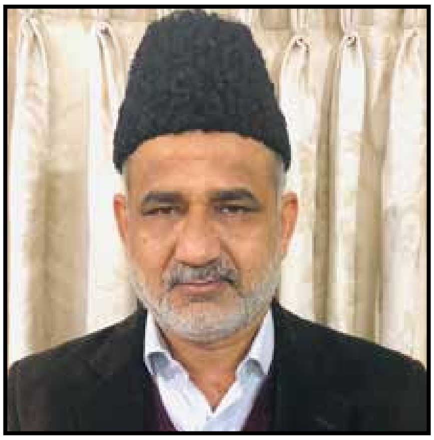

آمادہ ہو جائے۔ اس طرح نہ صرف حقدار کو اس کا حق مل جائے بلکہ حق دبانے والا بھی ظلم سے بچ کر خدائی ناراضگی سے محفوظ ہو جائے۔

بعض امسلہ میں لوگوں نے دس دس دفعہ حضور کی خدمت میں لکھا اور دس دفعہ ہی حضور نے قضاء سے رپورٹس طلب فرمائیں۔ ایک معاملہ جس کا بطور سپیشل جج حضرت مرزا طاہر احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی فیصلہ فرمایا تھا۔ اس کے بعد حضور کی خدمت میں اس پر اپیل کی گئی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے فیصلہ فرمایا۔ پھر کسی فریق نے کوئی اعتراض کر دیا۔ غرض کئی دفعہ یہ معاملہ پیش ہوتا رہا۔ ایک وقت آیا کہ حضورؒ مکرم ناظر صاحب اعلیٰ، ناظر صاحب امور عامہ اور ناظم صاحب دارالقضاء کے ہمراہ موقع پر دارالرحمت ربوہ تشریف لے گئے اور بعد ملاحظہ فیصلہ فرمایا اور ساتھ ہی فرمایا کہ اب اس کے بعد میں ان کا اس بارے میں کوئی جھگڑا نہ سنوں گا۔

خلافت ثالثہ میں 1977ء میں پہلی بار پاکستان اور ہندوستان سے باہر انگلستان میں قضاء کا قیام عمل میں آیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ نے حضرت چوہدری سر محمد ظفر اللہ خان صاحب کو پہلا صدر قضاء بورڈ انگلستان مقرر فرمایا۔

(بحوالہ۔حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے قضائی فیصلے و ارشادات شائع کردہ نظامت دارالقضاء ربوہ)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے فیصلے و ارشادات کے عنوان سے ایک کتاب بھی دارالقضاء ربوہ سے شائع ہو چکی ہے۔

عہد خلافت رابعہ میں دارالقضاء

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ جب مسند خلافت پر متمکن ہوئے تو آپ نے 30 اپریل 1966ء کو ارشاد فرمایا کہ اب بورڈ قضاء کے ہر فیصلے کی اپیل میرے پاس ہو سکے گی خواہ میعاد اپیل گزر چکی ہو جس کا فیصلہ میں خود کروں گا۔ خلافت ثالثہ

کے دور میں یہی طریق جاری رہا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ جب مسندِ خلافت پر متمکن ہوئے تو آپ نے مؤرخہ 7؍جولائی 1982ء کو بورڈ قضاء کے طریق کار میں تبدیلی فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ:

"خلیفہ وقت کا یہ حق ہے کہ جس کیس میں چاہے بورڈ قضاء کے فیصلے کے خلاف اپیل سن سکے سوائے اس کے کہ وہ خود پارٹی ہو۔لیکن عام دستور یہ ہوگا اگر قضاء تین ممبروں پر مشتمل ہو تو ان کے فیصلہ کے خلاف اپیل بورڈ قضاء ہی سنے گا لیکن اس مرتبہ اپیل سننے والے منصفین کی تعداد پانچ ہوگی۔جب تک کوئی خلیفہ اس طریق کو نہ بدلے یہی طریق جاری رہے گا۔"

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ مسلسل قضاء کی اور قضائی فیصلہ جات کی نگرانی فرماتے رہے۔ خلافت احمدیہ کے قیام کا مقصد ہی شریعت کا احیاء اور اس کا نفاذ ہے اس لئے خلفاء کے لئے یہ بات ناقابل برداشت ہے کہ جماعت کی کسی بھی سطح پر کوئی ایسا فیصلہ ہو جس میں شریعت کا کوئی بھی پہلو دانستہ یا نادانستہ نظر انداز ہوگیا ہو۔اس حوالہ سے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے ارشاد فرمایا کہ:

" میری یہ ہدایت سب قاضیوں تک پہنچا دی جائے۔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کی قضاء کا عدل و انصاف غیر جانبداری اور وقار ہر تعلق سے اعلیٰ اور ارفع ہونا چاہیئے۔تا کبھی کسی کو اس پر کوئی حرف رکھنے کا موقعہ نہ مل سکے۔"

(بحوالہ: "حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے قضائی فیصلے وارشادات" کیس نمبر 17 صفحہ نمبر 89۔شائع کردہ دارالقضاء ربوہ)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے فیصلے وارشادات کے عنوان سے ایک کتاب بھی دارالقضاء ربوہ سے شائع ہو چکی ہے۔

عہد خلافت خامسہ میں دارالقضاء

حضرت مرزا مسرور احمد صاحب خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ مورخہ 22؍اپریل 2003ء کو منصب خلافت پر متمکن ہوئے۔ہر خلافت کی طرح خلافت خامسہ میں بھی خدا تعالیٰ کی تائید ونصرت کے بے پناہ نظارے نظر آرہے ہیں۔آپ کی قیادت میں جماعت احمدیہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے دن دگنی رات چگنی ترقیات کی منازل طے کرتی چلی جارہی ہے اور مخالفتوں کی تند وتیز آندھیوں کے باوجود احمدیت کا جھنڈا بلند سے بلند تر ہوتا جارہا ہے۔

آپ کے بارے میں جہاں اور بہت سی پیشگوئیاں ہیں وہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک رؤیا بھی ہے جس میں آپ فرماتے ہیں:

"شریف احمد کو خواب میں دیکھا اُس نے پگڑی باندھی ہوئی ہے اور دو آدمی پاس کھڑے ہیں۔ایک نے شریف احمد کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ

وہ بادشاہ آیا

دوسرے نے کہا کہ ابھی تو اِس نے قاضی بننا ہے۔فرمایا۔ قاضی حَکم کو بھی کہتے ہیں۔قاضی وہ ہے جو تائید حق کرے اور باطل کو رَد کرے" (تذکرہ صفحہ نمبر 584)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ قاضی حکم کو بھی کہتے ہیں۔قرآن کریم میں حکم کا لفظ تنازعات کا فیصلہ کرنے کے حوالہ سے بھی متعدد جگہ استعمال ہوا ہے۔حضرت داؤد علیہ السلام کے بارے میں قرآن مجید میں آتا ہے:

يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِى الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ

(سورت ص۔آیت نمبر 27)

اے داؤد! ہم نے تجھے زمین میں خلیفہ بنایا ہے پس تو لوگوں میں انصاف کے ساتھ حکم کر۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی رؤیا کے الفاظ کہ "**ابھی تو اس نے قاضی بننا ہے**" اس کے بہت سے مفاہیم اور پہلو ہو سکتے ہیں۔تاہم ایک پہلو یہ بھی ہے کہ آپ کے بابرکت عہد میں قضاء اور قضائی معاملات کی طرف حضور پُرنور کی بہت زیادہ توجہ ہوگی۔کیونکہ حکم اور قاضی کا ایک کام لوگوں کے مابین تنازعات کا فیصلہ کرنا بھی ہوتا ہے۔

چنانچہ آپ ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

"بہرحال جیسا کہ مَیں نے کہا تھا کہ اصل کام ظلم کو ختم کرنا ہے اور انصاف قائم کرنا ہے اور خلافت کے فرائض میں سے انصاف کرنا اور انصاف کو قائم کرنا ایک بہت بڑا فرض ہے۔"

(خطبات مسرور جلد چہارم صفحہ 572 خطبہ جمعہ فرمودہ 10 نومبر 2006ء)

چنانچہ قضائی ریکارڈ اس پر گواہ ہے کہ احمدیوں کے باقاعدہ قضائی معاملات اور باہمی تنازعات کے فیصلوں اور انصاف مہیا کرنے کے لئے آپ کا کس قدر قیمتی وقت صرف ہورہا ہے اور فیصلوں کے ساتھ ساتھ دنیا بھر کے 18 سے زائد ممالک میں قائم دارالقضاء کو آپ کی مستقل نگرانی اور راہنمائی کی سعادت بھی مل رہی ہے۔

دارالقضاء ربوہ کو چونکہ سب سے زیادہ خلفاء سلسلہ کی راہنمائی میسر بھی رہی اور اب بھی یہ سعادت حاصل ہے۔اس لئے خلفاء سلسلہ کے فیصلوں کا ریکارڈ بھی یہیں موجود ہے۔دارالقضاء ربوہ نے خلفاء سلسلہ کے فیصلوں کی اشاعت کے لئے جو طریق اختیار کیا اس کو مدنظر رکھتے ہوئے،ہمارے جائزہ کے مطابق حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کے منصب خلافت پر متمکن ہونے کے بعد سے لے کر دسمبر 2018ء تک کے قضائی فیصلوں کی اشاعت تین جلدوں میں ممکن ہو سکے گی۔انشاء اللہ۔صرف آپ کے قضائی فیصلوں کی تعداد اور راہنمائی پر مبنی ارشادات اپنی ذات میں اس امر پر گواہی اور شہادت دے رہے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مذکورہ بالا رؤیا کا یہ پہلو بھی آپ کے بارے میں پوری شان وشوکت کے ساتھ پورا ہورہا ہے۔**اللھم اید امامنا بروح القدس۔**

باہمی تنازعات پر خلیفہ وقت کے صرف ہونے والے وقت کا ایک اجمالی جائزہ

احمدیوں کے باہمی معاملات اور تنازعات کے حل اور راہنمائی کے لئے خلفاء سلسلہ کا کس قدر وقت صرف ہوتا ہے اس کا معین اندازہ لگانا تو انسانی بس کی بات ہی نہیں۔کیونکہ الاماشاء اللہ ہر احمدی اپنا چھوٹا سے چھوٹا اور بڑے سے بڑا معاملہ بغرض دعا و راہنمائی دربارِ خلافت میں ہی پیش کرتا ہے۔خلیفہ کی شفقت،دعا اور راہنمائی ہی اس کے لئے تسلی اور تشفی کا باعث ہوتی ہے۔اس کے خوف کو امن میں بدلتی ہے،سکون دلاتی اور اطمینان عطاء کرتی ہے۔خاندانوں کے باہمی تنازعات ہوں،یا میاں بیوی کے جھگڑے،مالی لین دین ہو یا دیگر معاملات ان میں سے بیشتر ایک سے زائد دفعہ کسی نہ کسی رنگ میں خلفاء سلسلہ کے حضور پیش ہوتے ہیں۔یہ سلسلہ ملاقاتوں،دعائیہ خطوط اور باقاعدہ اپیلوں غرض ہر صورت میں نظر آتا ہے۔

لیکن جہاں تک باقاعدہ قضائی معاملات میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آمدہ راہنمائی کا سلسلہ ہے تو اس کا کسی حد تک جائزہ پیش کیا جاسکتا ہے۔

تاہم یہ امر واضح رہے کہ دارالقضاء مرکزیہ ربوہ میں دنیا کے دیگر ممالک میں قائم قضاء کے معاملات کا سارا ریکارڈ پیش نہیں ہوتا صرف بیرون ممالک کی قضاء سے انہی معاملات کا ریکارڈ یہاں آتا ہے جن پر اپیل دارالقضاء ربوہ کو موصول ہوتی ہے۔کیونکہ قادیان کے علاوہ تمام ممالک کی اپیلیں دارالقضاء مرکزیہ کے پانچ رکنی بورڈ مرافعہ عالیہ میں پیش ہوتی ہیں۔

دار القضاء ربوہ میں 22 مئی 2003ء سے لے کر اکتوبر 2018ء تک پیش ہونے والے احمدیوں کے تنازعات اور بیرون ممالک میں قائم قضاء سے آمدہ اپیلوں کا اگر جائزہ لیا جائے تو اس وقت تک کل 9482 دعویٰ جات وغیرہ موصول ہوئے۔ جن میں سے بعض باقاعدہ سماعت سے قبل ہی باہمی صلح یا بتراضی فریقین معاملہ طے ہونے کی وجہ سے داخل دفتر ہو گئے۔ جب کہ تقریباً 6700 تنازعات کے باقاعدہ قضائی فیصلے ہوئے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان معاملات پر آنے والی راہنمائی اور فیصلوں کا اگر جائزہ لیا جائے تو اس وقت تک ہمارے ریکارڈ کے مطابق صرف دار القضاء ربوہ کو 1615 کی تعداد میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کے ارشادات اور فیصلے موصول ہو چکے ہیں۔ اس طرح تقریباً ہر چوتھے کیس پر قضائی معاملہ حضور ایدہ اللہ کی خدمت میں پیش ہو رہا ہے۔

اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ہمارے خلفائے سلسلہ کی کس قدر شفقت ہے کہ ان کا کس قدر وقت احمدیوں کے ایسے تنازعات کے حوالہ سے بھی صرف ہوتا ہے جو باقاعدہ قضائی طور پر فیصلہ پاتے ہیں یا قضاء میں پیش کئے جاتے ہیں۔ لین دین کے بعض تنازعات تو بہت معمولی مالیت کے بھی ہوتے ہیں۔ خلافت احمدیہ کے علاوہ ممکن ہی نہیں کہ دنیا کے دیگر کسی بھی مذہبی جماعت یا ملک کے سربراہ کے حوالہ سے اس طرح کی نظیر پیش کی جا سکے۔

بانی دار القضاء اور خلفاء سلسلہ اس حوالہ سے بہت زیادہ توجہ دیتے رہے کہ لوگوں کے تنازعات کے فیصلے جلد ہوں۔ کیونکہ اگر بلاضرورت انصاف کی فراہمی میں تاخیر ہو تو اس سے بہر حال معاشرتی مسائل جنم لیتے ہیں اور بعض اوقات تو تاخیر سے حقوق کا حصول افادیت ہی کھو بیٹھتا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کی بھی اس طرف خصوصی توجہ ہے۔ اس حوالہ سے بعض امور ذیل میں پیش ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کے بہت سے ایسے ارشادات ہیں جن میں حضور نے جلد فیصلہ کرنے کی طرف توجہ دلائی۔ اپیل کے مراحل میں کمی فرمائی۔

عائلی مسائل کے جلد حل کی طرف حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بار بار توجہ دلاتے رہے۔

خلع میں تو پھر بعض اوقات عورت اپنی مرضی سے علیحدگی لے رہی ہوتی ہے۔ جب کہ طلاق دینے کا اختیار مرد کے پاس ہے۔ طلاق کے بعد مرد اگر حقوق کی ادائیگی نہیں کرتا تو عورت کو قضاء سے رجوع کرنا پڑتا ہے۔ اس میں اپیل کے مراحل وہی قائم رہے یعنی پہلے قاضی اول کے بعد 2 اور پھر خلافت رابعہ میں قاضی اول کے بعد 3 ہو گئے۔ حقوق کی ادائیگی کے حوالہ سے یہ مطلقہ عورتوں کے لئے کافی تاخیر کا باعث ہوتا۔ اس حوالہ سے رپورٹ حضور انور ایدہ اللہ کی خدمت میں پیش کی گئی جس پر حضور نے ناظم دار القضاء ربوہ کو ارشاد فرمایا کہ:

"خلع اور طلاق کے کیسز میں تاخیر سے بچنے کے لئے آپ نے جو تجویز دی ہے اس کی روشنی میں آئندہ سے کیسز مزید بہتری اور جلد فیصلے کے لئے قاضی اول کے بعد سیدھے 5 رکنی مرافعہ عالیہ قضاء بورڈ میں جایا کریں۔"

(مکتوب حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ بنام ناظم دار القضاء ربوہ (26 اکتوبر 2007ء)

عورت کو اپنا موقف پیش کرنے کے لئے کسی رشتہ دار کو ساتھ بٹھانے کی اجازت

تنازعات میں عورت اپنا موقف پیش کرنے میں کمزور ہوتی ہے۔ قرآن کریم میں بھی آیا ہے کہ وھو فی الخصام غیر مبین۔ چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے خواتین کی سماعت کے لئے یہ اصول مقرر فرمایا کہ:

"جب آپ اکیلی لڑکی کو بلاتے ہیں تو آئندہ اس کا اپنا کوئی مرد رشتہ دار یا کوئی عورت سپورٹ کے لیے ساتھ بٹھایا کریں۔ وہ کارروائی میں دخل نہ دیں۔ بس خاموشی سے وہاں بیٹھے رہیں تا کہ اکیلی لڑکی کو سہارا میسر رہے۔ اور اگر کسی کا کوئی رشتہ دار مرد یا عورت موجود نہ ہو تو مجھ سے پوچھ کر کسی اور عورت کو مقرر کیا جا سکتا ہے۔"

(آفس آرڈر نمبر 62، رجسٹر نمبر 1 بحوالہ ارشاد حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنام صدر صاحب قضاء بورڈ مرکزیہ ربوہ فرمودہ 25 جنوری 2014ء)

تنفیذ کے طریق کار میں تبدیلی

قرآن کریم میں ہے کہ ان اللہ یحب المقسطین کہ اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔ قسط اس انصاف کو کہتے ہیں جس میں حقدار کو اس کا حق مل بھی جائے یعنی محض فیصلہ نہ ہو بلکہ فیصلہ کی تنفیذ بھی ہو۔ اس لحاظ سے تنفیذ کا مرحلہ بھی بہت اہم ہے۔ دار القضاء میں یہ طریق رائج تھا کہ کسی معاملہ کے حتمی فیصلہ کے بعد سرکاری عدالتوں کی طرح کسی فریق کی طرف سے تنفیذ کی درخواست آنے پر معاملہ تنفیذ کے لئے امور عامہ بھجوایا جاتا۔ بسا اوقات لوگوں کو اس حوالہ سے مکمل آگاہی نہیں ہوتی جس کی وجہ سے فیصلہ ہونے پر وہ مطمئن ہو کر بیٹھ جاتے ہیں کہ ہمیں حق مل جائیگا جب کہ دفتر قضاء تنفیذ کی درخواست آنے کا منتظر رہتا تھا۔ اس لئے یہ دقت بھی حضور انور کی خدمت میں پیش کی گئی جس پر حضور انور نے ناظم دار القضاء ربوہ کے نام اپنے مکتوب میں فرمایا:

"آپ کا خط ملا جس میں تنفیذ کے طریق کار میں تبدیلی کے بارہ میں دو تجویزیں لکھی ہیں۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔ آپ کی دونوں تجویزیں ٹھیک ہیں۔ آئندہ لین دین اور عائلی معاملات کے حتمی فیصلہ کے بعد مدت اپیل گزرنے پر قضاء خود ہی فیصلہ کو تنفیذ کے لئے امور عامہ بھجوا دیا کرے۔"

ویڈیو لنک کے ذریعہ گواہی کی اجازت

اس وقت احمدی پوری دنیا میں موجود ہیں۔ باہمی رشتہ داریاں ہوں یا کسی قسم کی شراکت داری کسی تنازعہ کا پیدا ہونا بہر حال بعید از قیاس امر نہ ہے۔ لیکن مختلف ممالک میں پھیلے ہونے کی وجہ سے تنازعات کا حل دنیاوی عدالتوں کے دائرہ کار سے تو باہر ہے ہی لیکن اس امر میں بھی شک نہیں کہ دنیاوی عدالتوں میں ہونے والے بے پناہ اخراجات کے بھی بہت سے احمدی متحمل نہیں ہو سکتے۔ ایسی صورت میں خلافت احمدیہ کا احسان ہے کہ جس کی بدولت ہمیں باہمی تنازعات کے حل کے لئے ایک فورم مہیا ہوا ہے۔ جس میں نہ کوئی کورٹ فیس ہے اور نہ ہی وکیل کرنے کی پابندی۔ لیکن فریقین اگر مختلف ممالک کے ہوں تو گواہیوں یا بیانات وغیرہ کے لئے دقت ہوتی تھی۔ یہ دقت جب حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہوئی تو آپ نے ویڈیو لنک کے ذریعہ گواہی ریکارڈ کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ جس کے بعد سے باقاعدہ قاضی صاحبان حسب ضرورت ویڈیو لنک کے ذریعہ سے گواہیاں ریکارڈ کر رہے ہیں۔

مرکزی دار القضاء ربوہ کا ریکارڈ کمپیوٹرائزڈ

تنازعات کے جلد حل اور لوگوں کو بروقت معلومات کی فراہمی کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ دار القضاء کا ریکارڈ عمدگی سے ترتیب دیا گیا ہو۔ قضائی ریکارڈ کا رجسٹرز وغیرہ پر تفصیلی اندراج تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے سے شروع ہو چکا تھا۔ اس کے بعد قضائی علوم میں یہ علم باقاعدہ الگ شاخ کی صورت اختیار کر گیا۔ قضائی معاملات پر جو سینکڑوں کُتب تحریر ہوئیں ان میں کیسز کے اندراج کے طریق کار اور اس علم کی تفصیلات کے حوالہ سے "کتاب السجلات" کے عنوان سے الگ باب باندھے گئے۔ اس عنوان پر الگ کتب بھی تحریر ہوئیں۔ لیکن اب ضروری تھا کہ دنیا کی جدید ایجادات سے فائدہ اٹھایا جائے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے خلافت خامسہ میں 2006ء سے دار القضاء میں آنے

والے تنازعات کا تمام ریکارڈ کمپیوٹرائزڈ کر دیا گیا ہے۔جس کی وجہ سے کئی زاویوں سے کیسز کی تفصیل اور اگر ان میں تاخیر ہو رہی ہو تو اس کا جائزہ لینے میں مدد ملتی ہے۔ ریکارڈ کمپیوٹرائزڈ ہونے کے حوالہ سے رپورٹ پیش ہونے پر حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ناظم دارالقضاء ربوہ کے نام ازراہ شفقت ارشاد موصول ہوا:

"الحمد للہ کہ دارالقضاء ربوہ نے جنوری 2006ء سے اپنا ریکارڈ کمپیوٹرائزڈ کرنے کی توفیق پائی ہے۔اللہ تعالیٰ آپ کو اور جملہ کارکنان کو اپنے فرائض اور ذمہ داریاں احسن رنگ میں ادا کرنے کی توفیق دے اور آپ سب کو مقبول خدمت دین کی توفیق عطا کرے۔آمین"

(بحوالہ ارشاد حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنام ناظم صاحب دارالقضاء ربوہ فرمودہ 29 مئی 2007ء)

خلافت خامسہ میں خلفاء سلسلہ کے فیصلہ جات کی اشاعت

خلافت کی برکات کا تو احاطہ ممکن ہی نہیں۔ ہمارا موضوع قضاء کے حوالہ سے ہے۔ قضاء پر سینکڑوں کتب لکھی گئی ہیں۔لیکن جو راہنمائی ہمیں خلفاء کی طرف سے ملتی ہے ویسی راہنمائی خلافت راشدہ کے بعد سے خلافت احمدیہ کے قیام تک کسی کو نہیں مل سکی۔اس احساس محرومی کا احساس خلافت راشدہ کے بعد اس موضوع پر قلم اٹھانے والے بہت سے مصنفین نے کیا ہے کہ خلافت راشدہ تک ہمیں ان معاملات پر اتنی تفصیلی کُتب کی کبھی ضرورت ہی محسوس نہیں ہوئی کیونکہ خلافت موجود تھی جب مسئلہ بنا راہنمائی مل گئی۔ قاضی صاحبان کی راہنمائی کے لئے خلفاء سلسلہ کے فیصلوں کی اشاعت سے قبل قضاء میں قاضی صاحبان کی راہنمائی کے لئے چند فوٹوسٹیٹ کتابچہ وغیرہ موجود تھے۔حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے توجہ دلانے پر اللہ تعالیٰ کے فضل سے قضاء کو قاضی صاحبان کی راہنمائی کی لئے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ، حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کے قضائی فیصلے و ارشادات شائع کرنے کی توفیق عطاء ہوئی۔

قواعد کی تیاری و اشاعت

اس سے قبل دارالقضاء کے قواعد 1938ء میں حضرت مصلح موعودؓ کے منظور شدہ ہی موجود تھے۔ لیکن زمانے کے بدلتے ہوئے تقاضوں کے مطابق ان میں مناسب ترمیم اور اضافہ کی ضرورت تھی۔اس حوالہ سے حضرت مصلح موعودؓ نے بھی ایک کمیٹی قائم فرمائی تھی۔بعد ازاں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کی طرف سے بھی توجہ دلائی گئی۔حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے اس حوالہ سے 9/افراد پر مشتمل ایک کمیٹی قائم فرمائی۔ کمیٹی نے مجوزہ قواعد تیار کر کے حضور ایدہ اللہ کی خدمت میں بغرض منظوری پیش کر دیے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے ناظم دارالقضاء ربوہ کے نام 5 صفحات پر مشتمل اپنے مکتوب آمدہ 21/جولائی 2015ء میں ازراہِ شفقت تفصیلی راہنمائی فرماتے ہوئے قواعد کی منظوری عطاء کی اور چند ایک میں تبدیلی کا ارشاد بھی فرمایا:

"اس خط کے ذریعہ میں نے جن قواعد میں تبدیلی کا کہا ہے ان میں تبدیلی کر کے مجھ سے منظوری لے لیں۔باقی قواعد منظور ہیں۔اللہ تعالیٰ قضاء کو ان قواعد پر عمل کرنے کی توفیق عطاء فرمائے اور قواعد کمیٹی کے تمام اراکین کو اس کی بہترین جزاء دے۔آمین۔"

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے جن قواعد میں تبدیلی کا ارشاد فرمایا تھا، قواعد کمیٹی نے حسب ارشاد تبدیلی کر کے وہ قواعد دوبارہ بغرضِ منظوری حضور کی خدمت اقدس میں پیش کیے۔بعد ملاحظہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہِ العزیز نے ان کی منظوری عطاء فرمائی۔حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کی حتمی منظوری کے بعد ان قواعد و ضوابط پر عمل شروع کر دیا گیا۔اب قواعد کتابی صورت میں طبع ہو چکے ہیں۔

قضاء میں انتظار گاہ کی تعمیر

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک استفسار موصول ہوا کہ:

"آپ کا دفتر نیا بن رہا ہے کہ ابھی نہیں؟ مجھے شکایت ملی ہے کہ قضاء کے موجودہ دفتر میں خواتین کے بیٹھنے کے لیے کوئی مناسب جگہ نہیں ہے۔عموماً صحن کے تین اطراف میں وہ تین بینچوں پر بیٹھی انتظار کر رہی ہوتی ہیں۔جبکہ مرد بھی آجا رہے ہوتے ہیں اور اگر کسی وقت بارش اور بوندا باندی ہو یا آندھی اور تیز ہوا چل رہی ہو تو ان کا صحن میں بینچوں پر بیٹھنا اور بھی تکلیف دہ ہوتا ہے۔کیا آپ کے ہاں کوئی انتظار گاہیں نہیں ہیں اور اگر نہیں تو عارضی طور پر اس کا کیا انتظام کیا جا سکتا ہے۔اس کا بھی جائزہ لے کر بتائیں۔"

(بحوالہ ارشاد حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنام ناظم صاحب دارالقضاء ربوہ فرمودہ 26 مارچ 2015ء)

خلافت خامسہ سے قبل ربوہ کے علاوہ قادیان، برطانیہ، کینیڈا، امریکہ، جرمنی، بنگلہ دیش اور ڈنمارک میں باقاعدہ قضاء کا قیام عمل میں آچکا تھا۔ خلافت خامسہ میں اس وقت تک 11 نئے ممالک میں قضاء کا نظام قائم ہو چکا ہے۔ ان میں آسٹریلیا، ماریشس، انڈونیشیا، ہالینڈ، ملائیشیا، سویڈن، ناروے، بیلجیم، نیوزی لینڈ اور تنزانیہ شامل ہیں۔اس طرح کل 18 ممالک میں قضاء قائم ہو چکی ہے۔

اللھم اید امامنا بروح القدس

انٹرنیشنل ریفریشر کورس کا انعقاد

قضاء کا قیام یکم جنوری 1919ء میں عمل میں آیا تھا۔ یکم جنوری 2019ء کو قضاء کے قیام کو 100 سال پورے ہوئے۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ کے فضل سے لندن میں انٹرنیشنل ریفریشر کورس کا انعقاد عمل میں آیا۔جس میں 15 ممالک سے 114 نمائندگان کو شمولیت کی توفیق ملی۔ یو کے سے 22۔کینیڈا سے 11۔ ڈنمارک سے 3۔ ہالینڈ سے 4۔ ناروے سے 3۔ پاکستان سے 9۔سویڈن سے 2۔جرمنی سے 29۔ بنگلہ دیش سے 1۔ امریکہ سے 21۔آسٹریلیا سے 2۔ انڈونیشیا سے 3۔ بیلجیم سے 2۔ بھارت سے 1، اور ماریشس سے 1 نمائندہ شامل ہوئے۔

اس پروگرام کی سب سے اہم اور بابرکت بات یہ تھی کہ اس میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے بنفس نفیس شرکت فرمائی۔جس میں قاضی صاحبان کو براہ راست کسب فیض کا موقع ملا۔بعد ازاں مختلف ممالک کی قضاء کے نمائندگان کو حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ گروپ فوٹو کی سعادت بھی نصیب ہوئی۔

ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضور کی صحت و عمر میں برکت عطا فرمائے اور اللہ تعالیٰ ہمیں خلیفہ وقت کی منشاء کے عین مطابق بہترین رنگ میں خدمت کی توفیق عطاء فرمائے اور قضاء کو عدل و انصاف کا بہترین ادارہ بنا دے۔آمین۔

اخبار احمدیہ جرمنی کی خریداری

اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت احمدیہ جرمنی کا ترجمان اخبار احمدیہ سالِ رواں کے آغاز سے دوبارہ شائع ہو رہا ہے۔ اس کی طباعت محدود پیمانے پر ہوتی ہے اور مساجد، لائبریریوں کے ساتھ صدران جماعت کو ارسال کیا جاتا ہے۔علاوہ ازیں افادۂ عام کے لئے اسے انٹرنیٹ پر بھی رکھا جاتا ہے۔ جو احباب اسے خریدنا چاہیں شعبہ اشاعت سے رابطہ کر سکتے ہیں۔

سالانہ قیمت 30 یورو مع ڈاک خرچ۔ (مینیجر)

اُترا تھا چاند شہر دل و جاں میں ایک بار
اب تک ہیں آنگنوں میں اُجالے پڑے ہوئے

عشق و وفا کی لازوال داستانیں

محمد انیس دیالگڑھی

حضرت منشی ظفر احمد صاحبؓ فرماتے ہیں:

ایک دن بیت اقصیٰ میں آپؑ تقریر فرما رہے تھے کہ میرے درد گردہ شروع ہوگیا اور باوجود بہت برداشت کرنے کی کوشش کے میں برداشت نہ کرسکا اور چلا آیا۔ میں اس کوٹھے پر جس میں پیر سراج الحق صاحب مرحوم رہتے تھے ٹھہرا ہوا تھا۔ (متصل مکان مفتی فضل الرحمن صاحب) حضرت صاحبؑ نے تقریر میں سے ہی حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ کو بھیجا۔ انہوں نے درد گردہ معلوم کرکے دوا بھیجی۔ مگر اس کا کچھ اثر نہ ہوا۔ تکلیف بڑھتی گئی۔ پھر حضورؑ جلدی تقریر ختم کرکے میرے پاس آگئے اور مولوی عبداللہ صاحب سنوری سے جو ساتھ تھے فرمایا۔ کہ آپ پرانے دوست ہیں۔ منشی صاحب کے پاس ہروقت رہیں۔ اور حضورؑ پھر گھر سے دوا لے کر آئے اور اس طرح تین دفعہ یکے بعد دیگرے دوا بدل کر خود لائے۔ تیسری دفعہ جب تشریف لائے تو فرمایا کہ زینے پر چڑھنے اُترنے میں دقت ہے۔ آپ میرے پاس ہی آجائیں۔ آپؑ تشریف لے گئے اور مولوی عبداللہ صاحب سنوری مجھے سہارا دے کر حضرت صاحبؑ کے پاس لے گئے۔ راستہ میں دو دفعہ میں نے دعا مانگی۔ مولوی صاحب پہچان گئے اور کہنے لگے تم یہ دعا مانگتے ہو گے کہ مجھے جلدی آرام نہ ہو تاکہ دیر تک حضرت صاحبؑ کے پاس ٹھہرا رہوں۔ میں نے کہا ہاں یہی بات ہے۔ جب میں آپؑ کے پاس پہنچا تو آپؑ کھانا کھا رہے تھے۔ دال۔ مولیاں۔ سرکہ اس قسم کی چیزیں تھیں۔ جب آپؑ کھانا کھا چکے تو آپؑ کے سامنے کا کھانا ہم دونوں نے اُٹھا لیا اور باوجودیکہ مجھے سہل آور دوائیں دی ہوئی تھیں۔ اور ابھی کوئی اسہال نہیں آیا تھا۔ میں نے وہ چیزیں روٹی سے کھالیں اور حضورؑ نے منع نہیں فرمایا۔ چند منٹ کے بعد درد کو آرام آگیا۔ کچھ دیر بعد ظہر کی اذان ہوگئی۔ ہم دونوں خانہ خدا میں آپؑ کے ساتھ نماز پڑھنے آگئے۔ فرضوں کا سلام پھیر کر حضورؑ نے میری نبض دیکھ کر فرمایا۔ آپ کو تو اب بالکل آرام آگیا۔ میرا بخار بھی اُتر گیا تھا۔ میں نے کہا حضور بخار اندر رہے اس پر ہنس کر فرمانے لگے اچھا آپ اندر ہی آجایئے۔ عصر کے وقت تک اندر رہا۔ بعد عصر میں نے خود ساتھ جانے کی جرأت نہ کی۔ میں بالکل تندرست ہوچکا تھا۔

(یہ روایت الحکم مؤرخہ 21/اپریل 1934ء میں بھی درج ہے۔ بحوالہ اصحاب احمد جلد چہارم صفحہ 105-104)

ایک مرتبہ میں اور حضرت منشی اروڑے خان صاحب اور حضرت خان صاحب محمد خاں صاحب لدھیانہ حضرتؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ رمضان کا مہینہ تھا۔ میں نے روزہ رکھا ہوا تھا اور میرے رفقاء نے نہیں رکھا تھا۔ جب ہم حضرتؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو تھوڑا سا وقت غروب آفتاب میں باقی تھا۔ حضرتؑ کو انہوں نے کہا کہ ظفر احمد نے روزہ رکھا ہوا ہے۔ حضرتؑ فوراً تشریف لے گئے اور شربت کا ایک گلاس لے کر آئے اور فرمایا روزہ کھول دو سفر میں روزہ نہیں چاہیے۔

میں نے تعمیل ارشاد کی اور اس کے بعد بوجہ مقیم ہونے کے ہم روزہ رکھنے لگے۔ افطاری کے وقت حضرت اقدسؑ خود تین گلاس ایک بڑے تھال میں رکھ لائے، ہم روزہ کھولنے لگے۔ میں نے عرض کیا کہ حضور منشی جی کو (منشی اروڑے خاں صاحب کو) ایک گلاس میں کیا ہوتا ہے۔ حضرت مسکرائے اور جھٹ اندر تشریف لے گئے اور ایک بڑا لوٹا شربت کا بھر لائے اور منشی جی کو پلایا۔ منشی جی یہ سمجھ کر حضرت اقدس کے ہاتھ سے پی رہا ہوں پیتے رہے اور ختم کر دیا۔

(اصحاب احمد جلد چہارم صفحہ 138)

صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب کا جب انتقال ہوا ہے تو آپؑ باہر تشریف لائے میں موجود تھا۔ فرمایا کہ لڑکے کی حالت نازک تھی۔ اس کی والدہ نے مجھ سے کہا کہ آپ ذرا اس کے پاس بیٹھ جائیں۔ میں نے نماز نہیں پڑھی۔ میں نماز پڑھ لوں۔ فرمایا کہ وہ نماز میں مشغول تھیں کہ لڑکے کا انتقال ہوگیا۔ میں ان خیالات میں پڑ گیا کہ جب اس کی والدہ لڑکے کے فوت ہونے کی خبر سُنے گی تو بڑا صدمہ ہوگا۔ چنانچہ انہوں نے سلام پھیرتے ہی مجھ سے پوچھا کہ لڑکے کا کیا حال ہے۔ میں نے کہا لڑکا تو فوت ہوگیا۔ انہوں نے بڑے انشراح صدر سے کہا کہ الحمدُللہ میں تیری رضا پر راضی ہوں۔ ان کے ایسا کہنے سے میرا غم خوشی سے بدل گیا اور میں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ تیری اولاد پر بڑے بڑے فضل کرے گا۔ باہر جب آپ تشریف لائے ہیں تو اس وقت آپؑ کا چہرہ بشاش تھا۔ کئی دفعہ میں نے حضرت صاحبؑ کو دیکھا ہے کہ کسی کی بیماری کی حالت میں بہت گھبراتے تھے اور مریض کو گھڑی گھڑی دیکھتے اور دوائیں بدلتے رہتے تھے۔ مگر جب وہ مریض فوت ہوجاتا تو پھر گویا حضورؑ کو خبر بھی نہیں ہوتی تھی۔ چنانچہ میاں مبارک احمد صاحب کی بیماری میں بہت گھبراہٹ حضورؑ کی تھی اور گھڑی گھڑی باہر آتے۔ پھر دوا دیتے لیکن اس کی وفات پر حضرت اماں جانؓ کے حد درجہ صبر کا ذکر کرکے حضورؑ بڑی دیر تک تقریر فرماتے رہے کہ قرآن شریف میں ہے کہ انّ اللہ مع الصابرین۔ جب صابروں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی معیت ہے تو اس سے زیادہ اور کیا چاہیے۔ لڑکے کا

فوت ہونا اور حضورؑ کا تقریر کرنا ایک عجیب رنگ رکھتا تھا۔

(اصحاب احمد جلد چہارم صفحہ 114)

منشی گوہر علی صاحب کپور تھلہ ڈاک خانہ میں ملازم تھے۔ ساڑھے تین روپے ان کی پنشن ہوئی۔ گزارہ ان کا بہت تنگ تھا۔ وہ جالندھر اپنے مسکن پر چلے گئے۔ انہوں نے مجھے خط لکھا کہ جب تم قادیان جاؤ تو مجھے ساتھ لیتے جانا۔ وہ بڑے مخلص آدمی تھے۔ چنانچہ میں جب قادیان جانے لگا تو ان کو ساتھ لینے کے لئے جالندھر چلا گیا۔ وہ بہت متواضع آدمی تھے۔ میرے لئے انہوں نے پُر تکلف کھانا پکوایا۔ اور مجھے یہ پتہ لگا کہ انہوں نے کوئی برتن بیچ کر دعوت کا سامان کیا ہے۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ ہم حج کو جاتے ہیں۔ اور جہاز راستے سے اُتر گیا اگلے دن گاڑی میں سوار ہو کر جب ہم دونوں چلے ہیں۔ تو مانانوالہ سٹیشن پر گاڑی کا پہیہ پٹڑی سے اُتر گیا۔ گاڑی اسی وقت کھڑی ہوگئی۔ دیر تک پہیہ سڑک پر چڑھایا گیا۔ کئی گھنٹے لگے۔ پھر ہم قادیان پہنچ گئے۔ میں نے منشی علی گوہر کا ٹکٹ خود ہی خرید لیا تھا۔ وہ اپنا کرایہ دینے پر اصرار کرنے لگے۔ میں نے کہا یہ آپ حضرت صاحبؑ کی خدمت میں پیش کر دیں۔ چنانچہ دو روپے انہوں نے حضرت صاحبؑ کی خدمت میں پیش کر دیئے۔ آٹھ دس دن رہ کر جب ہم واپسی کے لئے اجازت لینے لگے تو حضورؑ نے اجازت فرمائی اور منشی صاحب کو کہا آپ ذرا ٹھہریئے۔ پھر آپ نے دس یا پندرہ روپے منشی صاحب کو لا کر دیئے۔ منشی صاحب رونے لگے اور عرض کی حضور مجھے خدمت کرنی چاہیے یا میں حضور سے لوں۔ حضرت صاحبؑ نے مجھے ارشاد فرمایا کہ یہ آپ کے دوست ہیں آپ انہیں سمجھائیں۔ پھر میرے سمجھانے پر کہ ان میں برکت ہے انہوں نے لے لئے اور ہم چلے آئے۔ حالانکہ حضرت صاحبؑ کو منشی صاحب کی حالت کا بالکل علم نہ تھا۔

(اصحاب احمد جلد چہارم صفحہ 115-114)

ایک دفعہ جلسہ سالانہ کے موقعہ پر خرچ نہ رہا۔ ان دنوں جلسہ سالانہ کے لئے چندہ ہو کر نہیں جاتا تھا۔ حضورؑ اپنے پاس سے ہی صرف فرماتے تھے۔ میر ناصر نواب صاحب مرحوم نے آ کر عرض کی کہ رات کو مہمانوں کے لئے کوئی سامان نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا کہ بیوی صاحبہ سے کوئی زیور لے کر جو کفایت کر سکے فروخت کر کے سامان کر لیں۔ چنانچہ زیور فروخت یا رہن کر کے میر صاحب روپیہ لے آئے اور مہمانوں کے لئے سامان بہم پہنچا دیا۔ دو دن کے بعد پھر میر صاحب نے رات کے وقت میری موجودگی میں کہا کہ کل کے لئے پھر کچھ نہیں۔ فرمایا کہ ہم نے برعائت ظاہری اسباب کے انتظام کر دیا تھا۔ اب ہمیں ضرورت نہیں جس کے مہمان ہیں وہ خود کرے گا۔ اگلے دن آٹھ یا نو بجے جب چٹھی رساں آیا تو حضورؑ نے میر صاحب کو اور مجھے بلایا۔ چٹھی رساں کے ہاتھ میں دس پندرہ کے قریب منی آرڈر ہوں گے جو مختلف جگہوں سے آئے ہوئے تھے سو سو پچاس پچاس روپے کے اور ان پر لکھا تھا کہ ہم حاضری سے معذور ہیں۔ مہمانوں کے صرف کے لئے یہ روپے بھیجے جاتے ہیں۔ آپؑ نے وصولی فرما کر توکل پر تقریر فرمائی اور بھی چند آدمی تھے۔ جہاں آپ کی نشست تھی وہاں کا یہ ذکر ہے۔ فرمایا کہ جیسا ایک دنیا دار کو اپنے صندوق میں رکھے ہوئے روپوں پر بھروسہ ہوتا ہے کہ جب چاہوں گا لے لوں گا۔ اس سے زیادہ ان لوگوں کو جو اللہ تعالیٰ پر پورا توکل کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ پر یقین ہوتا ہے کہ جب ضرورت ہوتی ہے فوراً خدا تعالیٰ بھیج دیتا ہے۔

(اصحاب احمد جلد چہارم صفحہ 115)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے خطبہ فرمودہ 22/اگست 1941ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

غرض اس دوست نے بتایا کہ منشی اروڑے خانصاحب تو ایسے آدمی ہیں کہ یہ مجسٹریٹ کو بھی ڈرا دیتے ہیں۔ پھر اس نے سنایا کہ ایک دفعہ انہوں نے مجسٹریٹ سے کہا میں قادیان جانا چاہتا ہوں۔ مجھے چھٹی دے دیں۔ اس نے انکار کر دیا۔ اس وقت وہ سیشن جج کے دفتر میں لگے ہوئے تھے۔ انہوں نے کہا قادیان میں مَیں نے ضرور جانا ہے۔ مجھے آپ چھٹی دے دیں وہ کہنے لگا کام بہت ہے اس وقت آپ کو چھٹی نہیں دی جا سکتی۔ وہ کہنے لگے بہت اچھا آپ کا کام ہوتا رہے میں تو آج سے ہی بددعا میں لگ جاتا ہوں۔ آپ اگر نہیں جانے دیتے تو نہ جانے دیں۔ آخر اس مجسٹریٹ کو کوئی ایسا نقصان پہنچا کہ وہ سخت ڈر گیا اور جب بھی ہفتہ کا دن آتا۔ وہ عدالت والوں سے کہتا۔ کہ آج کام ذرا جلدی بند کر دینا کیونکہ منشی اروڑے خان صاحب کی گاڑی کا وقت نکل جائے گا۔ اس طرح وہ آپ ہی جب بھی منشی صاحب کا ارادہ قادیان آنے کا ہوتا انہیں چھٹی دے دیتا۔ اور وہ قادیان پہنچ جاتے۔

پھر ان کی محبت کا یہ نقشہ بھی مجھے کبھی نہیں بھولتا۔ جو گو انہوں نے مجھے خود ہی سنایا تھا۔ مگر میری آنکھوں کے سامنے وہ یوں پھرتا رہتا ہے۔ کہ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس واقعہ کے وقت میں بھی وہیں موجود تھا۔ انہوں نے سنایا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام سے ایک دفعہ ہم نے عرض کیا کہ حضور کبھی کپور تھلہ تشریف لائیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے وعدہ فرما لیا۔ کہ جب فرصت ملی تو آ جاؤں گا۔ وہ کہتے تھے۔ ایک دن کپور تھلہ میں مَیں ایک دوکان پر بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شدید ترین دشمن اڈے کی طرف سے آیا۔ اور مجھے کہنے لگا لو تمہارا مرزا کپور تھلے آ گیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو جب فرصت ملی تو وہ اطلاع دینے کا وقت نہ تھا اس لئے آپؑ بغیر اطلاع دیئے ہی چل پڑے۔ منشی اروڑے خان صاحب نے یہ خبر سنی تو وہ خوشی میں ننگے سر اور ننگے پاؤں اڈے کی طرف بھاگے۔ مگر چونکہ خبر دینے والا شدید ترین مخالف تھا۔ اور ہمیشہ احمدیوں سے تمسخر کرتا رہتا تھا۔ اس لئے ان کا بیان تھا۔ کہ تھوڑی دور جا کر مجھے خیال آیا۔ کہ یہ بڑا خبیث دشمن ہے اس نے ضرور مجھ سے ہنسی کی ہوگی۔ چنانچہ مجھ پر جنون سا طاری ہوگیا۔ اور یہ خیال کر کے کہ نہ معلوم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام آئے بھی ہیں یا نہیں۔ میں کھڑا ہوگیا۔ اور میں نے اسے بے تحاشہ بُرا بھلا کہنا شروع کر دیا۔ کہ تو بڑا خبیث اور بدمعاش ہے۔ تو کبھی میرا پیچھا نہیں چھوڑتا۔ اور ہمیشہ ہنسی کرتا رہتا ہے۔ بھلا ہماری قسمت کہاں کہ حضرت صاحب کپور تھلہ تشریف لائیں۔ وہ کہنے لگا آپ ناراض نہ ہوں۔ اور جا کر دیکھ لیں۔ مرزا صاحب واقعہ میں آئے ہوئے ہیں۔ اس نے یہ کہا تو میں پھر دوڑ پڑا۔ مگر پھر خیال آیا۔ کہ اس نے ضرور مجھ سے دھوکا کیا ہے۔ چنانچہ پھر میں اسے کوسنے لگا کہ تو بڑا جھوٹا ہے۔ ہمیشہ مجھ سے مذاق کرتا رہتا ہے۔ ہماری ایسی قسمت کہاں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام ہمارے ہاں تشریف لائیں۔ مگر اس نے پھر کہا کہ منشی صاحب وقت ضائع نہ کریں۔ مرزا صاحب واقعہ میں آئے ہوئے ہیں۔ چنانچہ پھر اس خیال سے کہ شاید آ ہی گئے

ہوں۔ میں دوڑ پڑا۔ مگر پھر یہ خیال آجاتا کہ کہیں اس نے دھوکا ہی نہ دیا ہو۔ چنانچہ پھر اسے ڈانٹا۔ آخر وہ کہنے لگا مجھے بُرا بھلا نہ کہو۔ اور جا کر اپنی آنکھوں سے دیکھ لو۔ واقعہ میں مرزا صاحب آئے ہوئے ہیں۔ غرض میں کبھی دوڑتا اور کبھی یہ خیال کر کے کہ مجھ سے مذاق ہی نہ کیا گیا ہو ٹھہر جاتا۔ میری یہی حالت تھی۔ کہ میں نے سامنے کی طرف جو دیکھا تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام تشریف لا رہے تھے۔ اب یہ والہانہ محبت اور عشق کا رنگ کتنے لوگوں کے دلوں میں پایا جاتا ہے۔ یقیناً بہت ہی کم لوگوں کے دلوں میں۔

میاں عبداللہ صاحب سنوریؓ بھی اپنے اندر ایسا ہی عشق رکھتے تھے۔ ایک دفعہ وہ قادیان میں آئے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام سے ملے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام ان سے کوئی کام لے رہے تھے۔ اس لئے جب میاں عبداللہ صاحب سنوری کی چھٹی ختم ہوگئی۔ اور انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام سے جانے کے لئے اجازت طلب کی۔ تو حضور نے فرمایا ابھی ٹھہر جاؤ۔ چنانچہ انہوں نے مزید رخصت کے لئے درخواست بھجوادی۔ مگر محکمہ کی طرف سے جواب آیا۔ کہ اور چھٹی نہیں مل سکتی۔ انہوں نے اس امر کا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام سے ذکر کیا۔ تو آپ نے پھر فرمایا کہ ابھی ٹھہرو۔ چنانچہ انہوں نے لکھ دیا۔ کہ میں ابھی نہیں آسکتا۔ اس پر محکمہ والوں نے انہیں ڈسمس کر دیا۔ چار یا چھ مہینے جتنا عرصہ حضرت مسیح موعود علیہ والسلام نے انہیں رہنے کے لئے کہا تھا۔ وہ یہاں ٹھہرے رہے۔ پھر جب واپس گئے تو محکمہ نے یہ سوال اٹھا دیا۔ کہ جس افسر نے انہیں ڈسمس کیا ہے۔ اس افسر کا یہ حق ہی نہیں تھا کہ وہ انہیں ڈسمس کرتا۔ چنانچہ وہ پھر اپنی جگہ پر بحال کئے گئے۔ اور پچھلے مہینوں کی جو وہ قادیان میں گزار گئے تھے تنخواہ بھی مل گئی۔

اسی طرح منشی ظفر احمد صاحب کپورتھلوی کے ساتھ واقعہ پیش آیا۔ جو کل ہی ڈلہوزی کے راستہ میں میاں عطاء اللہ صاحب وکیل سلمہ اللہ تعالیٰ نے سنایا۔ یہ واقعہ الحکم 14/ اپریل 1934ء میں بھی چھپ چکا ہے۔ اس لئے منشی صاحب کے اپنے الفاظ میں اسے بیان کر دیتا ہوں۔ ”میں جب سرشتہ دار ہو گیا۔ اور پیشی میں کام کرتا تھا تو ایک دفعہ مسلیں وغیرہ بند کر کے قادیان چلا آیا۔ تیسرے دن میں نے اجازت چاہی تو فرمایا ابھی ٹھہریں۔ پھر عرض کرنا مناسب نہ سمجھا۔ کہ آپ ہی فرمائیں گے۔ اس پر ایک مہینہ گزر گیا۔ ادھر مسلیں میرے گھر میں تھیں۔ کام بند ہو گیا۔ اور سخت خطوط آنے لگے۔ مگر یہاں یہ حالت تھی۔ کہ ان خطوط کے متعلق وہم بھی نہ آتا تھا۔ حضورؑ کی صحبت میں ایک ایسا لطف اور محویت تھی۔ کہ نہ نوکری کے جانے کا خیال تھا۔ اور نہ کسی بازپرسی کا اندیشہ۔ آخر ایک نہایت ہی سخت خط وہاں سے آیا۔ میں نے وہ خط حضرتؑ کے سامنے رکھ دیا۔ پڑھا اور فرمایا لکھ دو ہمارا آنا نہیں ہوتا۔ میں نے وہی فقرہ لکھ دیا۔ اس پر ایک مہینہ اور گزر گیا۔ تو ایک دن فرمایا کتنے دن ہو گئے۔ پھر آپ ہی گننے لگے اور فرمایا اچھا اب چلے جائیں۔ میں چلا گیا۔ اور کپورتھلہ پہنچ کر لالہ ہرچرن داس مجسٹریٹ کے مکان پر گیا۔ تا کہ معلوم کروں کیا فیصلہ ہوتا ہے۔ انہوں نے کہا منشی جی آپ کو مرزا صاحب نے نہیں آنے دیا ہوگا۔ میں نے کہا کہ ہاں۔ تو فرمایا ان کا حکم مقدم ہے۔“

(روزنامہ الفضل قادیان دارالامان مورخہ 28/ اگست 1941ء)

ذکر الحبیب حبیب اس عنوان کے تحت حضرت پیر سراج الحق صاحب نعمانی رقم فرماتے ہیں کہ:

”ایک روز کا ذکر ہے کہ صبح کے چار بجے تھے۔ گلابی موسم تھا۔ خاکسار اور منشی محمد خاں مرحوم عاشق مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام اور منشی ظفر احمد صاحب ساکنان کپورتھلہ اور حافظ احمد اللہ خان صاحب ناگپوری ویشوری و دیگر دو تین اصحاب مسجد میں بیٹھے تسبیح و تہلیل اور درود و استغفار میں مشغول تھے کسی نے اذان خوش الحانی سے دی۔ جب وہ اذان ختم کر چکا تو میرے دل میں ایک جوش پیدا ہوا تو میں نے آہستہ آہستہ حضرت مسیح موعود مہدی معہود کے اشعار خوش الہانی سے پڑھنے شروع کئے تو عاشق مسیح موعود و مہدی معہود محمد خان صاحب نے زور سے پڑھنے کے لئے فرمایا۔ چونکہ مرحوم کا اور میرا گہرا تعلق تھا اور ساتھ ہی بے تکلفی تھی ان کے ذوق قلبی اور فرمانے پر میں نے وہی اشعار زور سے پڑھے اور وہ اشعار ہیں ؎

چوں مرا نورے پئے قومے مسیحی دادہ اند
مصلحت را ابن مریم نام من بنہادہ اند
مے درخشم چوں قمر تابم چو قُرصِ آفتاب
کور چشم آنانکہ در انکارہا افتادہ اند
بشنوید اے طالبان کز غیب بکنند ایں ندا
مصلحے باید کہ در ہر جا مفاسِد زادہ اند

(ترجمہ: چونکہ مجھے عیسائی قوم کے لئے ایک نور دیا گیا ہے اس وجہ سے میرا نام ابنِ مریم رکھا گیا ہے۔ میں چاند کی طرح روشن ہوں اور آفتاب کی طرح چمکتا ہوں وہ اندھے ہیں جو انکار میں پڑے ہوئے ہیں۔ اے طالبو! سنو غیب سے یہ آواز آرہی ہے کہ ایک مصلح درکار ہے کیونکہ ہر جگہ فساد پیدا ہوگئے ہیں)

حافظ غلام محی الدین صاحب مرحوم جو بڑے مخلص احمدی تھے۔ اور رات دن حضرت مسیح موعود مہدی معہود کی خدمت اور کاروبار کے لئے مستعد اور کمر بستہ بڑے شوق سے رہتے تھے آگئے۔۔۔۔ جب دوسرا شعر پڑھا تو حضرت مسیح موعود مہدی معہود نے بیت الفکر کی دریچی یعنی کھڑکی سے چہرہ منور چمکتا ہوا نکالا اور دست مبارک میں لالٹین روشن شدہ تھی۔ اور ایک لیمپ خانہ خدا میں روشن تھا۔ اللہ اکبر اس وقت کا منظر کیا ہی مبارک اور دل کش تھا۔ عین مین دوسرے شعر کے مصرعہ اول کے مطابق تھا ؎

مے درخشم چوں قمر تابم چو قُرصِ آفتاب

آنکھیں چکا چوند ہوگئیں۔ محمد خاں مرحوم پر تو وجد کی حالت طاری ہوگئی اور ہم سب پر ایک عجیب حالت طاری تھی۔ ایک طرف استیلائے محبت اور ایک طرف استغراق محو نظارہ میں خاموش ہو رہا۔ آپ بیٹھ گئے فرمایا۔ صاحبزادہ صاحب چپ کیوں ہوگئے پڑھو۔ پھر میں نے مکرر سہ کرر ان اشعار کو پڑھا۔ آپ سن کر محظوظ ہوئے اور فرمایا۔ جزاك الله احسن الجزاء اس کے بعد نماز ادا کی۔

(الحکم 14/ مارچ 1934ء بحوالہ اصحاب احمد جلد چہارم ملک صلاح الدین صاحب ایم اے صفحہ 37)

سبحان الله وبحمده سبحان الله العظیم۔
اللھم صل علی محمد و آل محمد

اعلان برائے داخلہ جامعہ احمدیہ جرمنی

جامعہ احمدیہ جرمنی میں نئی کلاس کا آغاز انشاءاللہ ماہ ستمبر 2019 سے ہو رہا ہے۔ تمام امیدوار جو جامعہ احمدیہ میں داخلے کے خواہشمند ہوں ان سے درخواست ہے کہ جامعہ احمدیہ جرمنی ریڈشٹڈ کے دفتر سے داخلہ فارم حاصل کر کے اپنی درخواست صدر جماعت ولوکل امیر کی تصدیق کے ساتھ 30 مئی 2019 تک درج ذیل پتے پر بھجوادیں۔

تحریری ٹیسٹ جامعہ احمدیہ میں ہوگا جو زیادہ تر نصاب وقف نو اور عام دینی معلومات میں سے ہوگا تاہم اس کے علاوہ بھی سوالات پوچھے جاسکتے ہیں تحریری ٹیسٹ کے علاوہ زبانی انٹرویو ہوگا۔ انٹرویو کے بعد کامیاب قرار پانے والے طلباء ہی داخلہ کے اہل سمجھے جائیں گے۔ داخلے کے لئے اُمیدوار کا درج ذیل شرائط کا پورا کرنا لازمی ہوگا۔

☆ امیدوار کم از کم دس جماعتیں (Realschulabschluss) پاس کر چکا ہو تاہم Abitur کرنے والے کو ترجیح دی جائیگی۔

☆ امیدوار کی عمر زیادہ سے زیادہ 18 سال ہو البتہ Abitur ہونے کی صورت میں عمر میں اسی لحاظ سے رعایت ہوگی۔

☆ امیدوار کو قرآن کریم صحت تلفظ کے ساتھ پڑھنا آتا ہو اور اگر کچھ حصہ کا ترجمہ بھی آتا ہو تو اُسے اضافی اہلیت کا حقدار سمجھا جائیگا۔

☆ اُمیدوار نے وقف نو کا مکمل نصاب پڑھا ہو نیز اسلام اور احمدیت کے متعلق بنیادی معلومات رکھتا ہو، کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا تعارف اور مطالعہ رکھتا ہو۔

☆ جرمنی سے باہر کے ممالک کے طلباء کی تعلیمی قابلیت اور عمر کا فیصلہ ملک کی تعلیمی صورت حال کے لحاظ سے انٹرویو بورڈ کریگا

☆ **بیرون از جرمنی سے صرف وہی طلبہ درخواست دے سکتے ہیں جنہیں جرمنی میں رہنے کیلئے قانونی طور پر اجازت ہو اور جامعہ احمدیہ میں داخلے اور ہوسٹل میں رہائش کے سلسلے میں ملکی قانون کے مطابق کوئی روک نہ ہو۔**

☆ کسی دوسرے ملک سے جرمنی آکر آباد ہونے والے طلباء جو عرصہ پانچ سال یا اس سے کم عرصہ سے جرمنی میں مقیم ہیں ایسے طلباء کے لئے استثنائی طور پر بعض رعایتیں ہوسکتی ہیں لیکن اِس کا فیصلہ انٹرویو بورڈ کریگا۔

☆ امیدوار کا جسمانی اور ذہنی طور پر تندرست ہونا ضروری ہے۔ درخواست کے ہمراہ اپنے تعلیمی سرٹیفکیٹ کی نقول اور اپنے ڈاکٹر سے فٹنس سرٹیفکیٹ بنوا کر ارسال کریں۔

☆ داخلے کا فیصلہ ٹیسٹ اور انٹرویو کو ملا کر رزلٹ کی بنیاد پر کیا جائیگا۔

☆ جو اُمیدوار داخلے کے خواہش مند ہیں اُن سے درخواست ہے کہ ابھی سے اپنا وقت قرآن کریم کا تلفظ، ترجمہ سیکھنے اور کُتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مطالعہ میں گزاریں۔ وقفِ نو کے نصاب کو دھراتے رہیں۔ نمازوں میں باقاعدگی اختیار کریں اور دُعائیں کرتے رہیں۔

☆ **نوٹ۔ داخلہ فارم کے ہمراہ دو عدد فوٹو، تعلیمی اسناد کی نقول، ڈاکٹر کا سرٹیفکیٹ، پاسپورٹ اور ویزہ کی کاپی ارسال کریں۔**

☆ **داخلہ فارم جامعہ کی ویب سائٹ (www.jamia.de) پر بھی دستیاب ہے۔**

پرنسپل

جامعہ احمدیہ جرمنی

Jamia Ahmadiyya Deutschland Am Alten Grenzstein 4-6, 64560 Riedstadt - Goddelau	**Bürozeiten:** Mo-Sa: 08.00 – 14.00 Uhr Freitag: 08.00 – 11.00 Uhr Tel: 06158- 87 837 – 0 Fax: 06158-87 837 – 37

Wir sind alle DEUTSCHLAND

جماعت احمدیہ جرمنی کا جوبلی تبلیغ پراجیکٹ TP2023

2023ء میں جماعتِ احمدیہ جرمنی کے قیام کو 100 سال پورے ہو رہے ہیں اس ضمن میں جماعت احمدیہ جرمنی کی مجلسِ شوریٰ 2014ء میں شعبہ تبلیغ کے تحت یہ تجویز منظور کی گئی تھی:

”جرمنی کی 100فیصد آبادی تک اِسلام احمدیت کا پیغام پہنچایا جائے“

پیارے آقا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اس تجویز کی منظوری عطا فرمائی۔ لہٰذا تبلیغ جوبلی پراجیکٹ 2023ء یا TP2023 کے عنوان سے شعبہ تبلیغ جماعت احمدیہ جرمنی کے تحت جرمنی کے کونے کونے میں اسلام احمدیت کا پیغام پہنچانے کیلئے منصوبہ بندی کی گئی، جس کی مرکزی طور پر ذمہ داری مکرم ظفر احمد ناگی صاحب کے سپرد کی گئی۔ ان کی زیر نگرانی ایک خصوصی سیل گزشتہ چار سال سے مجلس خدام الاحمدیہ کے تعاون سے کوشاں ہے کہ جرمنی کے ہر چھوٹے بڑے شہر، قصبے اور گاؤں میں یہ پیغام پہنچایا جائے۔ پروگرام کے مطابق یہ کام 2023ء تک مرحلہ وار مکمل کیا جائے گا، ان شاءاللہ العزیز۔ پہلے مرحلے میں جرمنی کے تمام علاقوں تک اسلام احمدیت کا پیغام پہنچایا جارہا ہے اور دوسرے مرحلے میں جرمنی کی 100فیصد آبادی تک اسلام احمدیت کا پیغام پہنچانے کی کوشش کی جائے گی، انشاءاللہ۔ ذیل میں اس پراجیکٹ کے تحت ہونے والی تبلیغی مساعی کی رپورٹ پیش خدمت ہے۔

فلائیرز کی تقسیم:

اس پراجیکٹ کے تحت جرمنی بھر کی جماعتوں سے ٹیمیں تیار کی جاتی ہیں جو ہفتہ یا اتوار کے روز ریجنل آفس TP2023 کی طرف سے دیئے گئے پروگرام کے مطابق مختلف اضلاع کے دیہات میں جاتی ہیں اور فلائیرز تقسیم کرتی ہیں۔ اس منصوبہ بندی کی تفصیل متعلقہ صدرانِ جماعت کو کم از کم دو ہفتے قبل بذریعہ ای میل بھجوادی جاتی ہے۔ اس ضمن میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے مطابق واقفینِ نو کو اس کام میں شامل کرنے کے حوالے سے ای میل اور ٹیلی فون کانفرنس کے ذریعہ خصوصی توجہ دلائی جاتی ہے۔ ہر ٹیم اوسطاً پانچ احبابِ جماعت پر مشتمل ہوتی ہے اور حتیٰ الوسع یہ کوشش ہوتی ہے کہ لوگوں سے مل کر فلائیرز اُن کے ہاتھوں میں دیئے جائیں، جماعتی تعارف کروایا جائے اور اس طرح دیگر جماعتی لٹریچر بھی تقسیم کیا جائے تاہم دیہات میں آبادی کم ہونے کے باعث ہاتھوں میں دیئے جانے والے فلائیرز کی تعداد کم رہتی ہے اور چھوٹے دیہات میں زیادہ تر فلائیرز گھروں کے لیٹر باکسز میں ڈالے جاتے ہیں۔ ہماری یہ کوشش ہوتی ہے کہ ہر گاؤں کے زیادہ سے زیادہ گھروں میں یہ مبارک پیغام فلائیرز کی شکل میں پہنچ جائے۔ جرمنی بھر سے سال 2018ء کے دوران کُل 1186 ٹیمیں میدانِ عمل میں گئیں۔ اس طرح پراجیکٹ کے آغاز سے لے کر اب تک جرمنی بھر کی جماعتوں سے کُل 2869 ٹیمیں اپنی خدمات اس سلسلے میں پیش کرچکی ہیں اسی طرح جرمنی بھر میں اب تک 19872 گاؤں میں یہ بنیادی فلائیرز تقسیم کئے جاچکے ہیں اور اس مقصد کے لئے احبابِ جماعت نے اب تک کُل 777532 کلومیٹرز کا فاصلہ طے کیا ہے، الحمدللہ۔

بڑے شہروں میں تبلیغ:

ہمارے پیارے آقا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپریل 2017ء میں جرمنی جماعت کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ ہمیں جرمنی کے بڑے شہروں میں بھی فلائیرز تقسیم کے ذریعے مستقل بنیادوں پر تبلیغ کرنی چاہئے۔ حضور انور کی اس ہدایت پر عمل کرتے ہوئے ہم نے سردست جرمنی کے اُن بڑے شہروں کا انتخاب کیا ہے جن کی کم از کم آبادی 65 سے 70 ہزار ہے اور ان شہروں میں جماعتیں قائم ہیں۔ اس تقسیم کے اعتبار سے

جرمنی میں تقریباً 68 بڑے شہر منتخب ہوئے۔ چنانچہ ہم نے مئی 2017ء سے ہی ان بڑے شہروں میں فلائیرز کی تقسیم کا آغاز کر دیا تھا۔ اس سلسلے میں ہم ہر ہفتے صدرانِ جماعت کو پلاننگ بغرض یاد دہانی بھجواتے، ٹیلی فونک رابطہ کرتے اور پھر اس کی رپورٹ بھی حاصل کرتے ہیں۔ اس سلسلے میں سال 2018ء کے دوران کل 254 ٹیموں کو اپنے اپنے شہروں میں فلائیرز تقسیم کرنے کی توفیق ملی اور کل 105394 فلائیرز تقسیم کئے گئے، الحمدللہ۔

Year	No. of Newspapers published Jamaat news	Newspaper readers
2016	30	1,875,213
2017	40	5,972,974
2018	65	7,178,283
Total	**135**	**15,026,470**

Year	No. of Radio's	Radio listeners
2016	4	307,468
2017	10	9,290,900
2018	30	9,725,000
Total	**44**	**19,323,368**

Year	No. of TV channels	TV viewers
2016	10	5,290,000
2017	5	6,111,000
2018	13	1,310,000
Total	**28**	**12,711,000**

پریس کانفرنسز TP2023:

کسی بھی نئے علاقے، ضلع (Landkreis) میں کام کا آغاز ایک پریس کانفرنس کے ذریعے کیا جاتا ہے جس میں اس ضلع کے تمام اخباری، ریڈیو اور ٹیلیویژن نمائندگان کو دعوت دی جاتی ہے علاوہ ازیں اُس علاقے کے صوبائی اور وفاقی ارکانِ پارلیمنٹ کو بھی دعوت دی جاتی ہے۔ ایک پریزنٹیشن کے ذریعے انہیں جماعت کا تعارف اور اسی طرح پراجیکٹ کا تعارف بھی کروایا جاتا ہے کہ اس پراجیکٹ کے تحت ہم اس علاقہ میں کیا سرگرمیاں کریں گے اور آخر پر سوالات کے جوابات بھی دیئے جاتے ہیں۔ پریس کانفرنس کی روداد اخبارات میں شائع ہونے، ریڈیو یا ٹیلی ویژن پر آنے سے بھی لوگوں کی بڑی تعداد تک ہمارا پیغام پہنچ جاتا ہے۔ اس سلسلے میں سال 2018ء کی مساعی درج ذیل ہے۔

پریس کانفرنسز 93 جبکہ پراجیکٹ کے آغاز سے لیکر اب تک کی ہونے والی پریس کانفرنسز کی تعداد 204 ہے۔ ان پریس کانفرنسز کے ذریعے اب تک الحمدللہ 47,060,838 لوگوں تک اسلام احمدیت کا پیغام پہنچ چکا ہے جس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

تبلیغی اسٹالز TP2023:

تبلیغ کو موثر بنانے اور ہمارے پراجیکٹ کی ایک اور اہم کڑی تبلیغی اسٹالز ہیں۔ ہر ضلع میں 4 تا 7 تبلیغی اسٹینڈ لگائے جاتے ہیں جن کی اجازت قبل از وقت شہر کی انتظامیہ سے حاصل کی جاتی ہے۔ اس کام کے لئے ہماری ایک ٹیم ہے جو علاقے میں ہونے والی پریس کانفرنس سے قبل اجازت کے کام کو مکمل کرنے کی کوشش کرتی ہے اور اس طرح ہر ضلع میں لگائے جانے والے تبلیغی اسٹالز کا ذکر پریس کانفرنس کے دوران بھی کیا جاتا ہے تا کہ یہ معلومات بھی زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پہنچ سکیں۔ مختلف علاقوں میں تبلیغی اسٹالز لگانے کی ذمہ داری قریب ترین جماعتوں کو دی جاتی ہے تاہم تقریباً پینتالیس فیصد اسٹالز ایسے ہیں جو بہت دور دراز کے علاقوں میں لگانے پڑتے ہیں جہاں پر قریب کوئی جماعت نہیں اور تبلیغی اسٹال کے سائز کی وجہ سے بعض اوقات احباب کو ان دور دراز علاقوں میں دو دو گاڑیاں بھی لیکر جانا پڑتا ہے۔ اس سلسلے میں سال 2018 کے دوران 136 تبلیغی سٹینڈ لگائے گئے۔ جبکہ پراجیکٹ کے آغاز سے لیکر اب تک لگائے جانے والے تبلیغی اسٹالز کی مجموعی تعداد 306 ہے۔

تبلیغی نشستیں TP2023:

اس کے ساتھ ساتھ اس پراجیکٹ کے تحت ہر ضلع میں کم از کم ایک تبلیغی نشست کا بھی انعقاد کیا جاتا ہے جس میں اس علاقے کی معروف شخصیات، عام شہریوں اور سیاسی پارٹیوں کو دعوت دی جاتی ہے۔ اس کے لئے باقاعدہ دعوت نامے تقسیم کئے جاتے ہیں اس تبلیغی نشست کا ذکر بھی اس علاقے میں کی گئی پریس کانفرنس کے دوران کیا جاتا ہے۔ اس سلسلے میں سال 2018 کے دوران 46 نشستیں منعقد کی گئیں اور پراجیکٹ کے آغاز سے لے کر اب تک منعقد کی جانے والے تبلیغی نشستوں کی مجموعی تعداد 73 ہے۔

میئرز Bürgermeister سے ملاقاتیں TP2023:

حضور انور ایدہ اللہ کی ہدایات کی روشنی میں اس پراجیکٹ کی ایک کڑی علاقے یا شہر کے میئرز سے ملاقات بھی ہے۔ جن علاقوں میں پریس کانفرنس کے ذریعے پراجیکٹ کا آغاز کر دیا جاتا ہے اُن علاقوں کے کم از کم 2 میئرز سے ملاقات طے کی جاتی ہیں۔ ملاقات کا وقت ملنے پر میئر کو مربیانِ سلسلہ اور مقامی صدرانِ جماعت کے ذریعہ اسلام احمدیت کا تعارف کروایا جاتا ہے اور دورانِ ملاقات ایک عدد قلم، چائے کا کپ اور حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی کتاب ورلڈ کرائسس بطور تحفہ پیش کی جاتی ہے۔ اسی دوران میئرز سے Friedensbaum، پودا لگانے کی درخواست بھی کی جاتی ہے۔

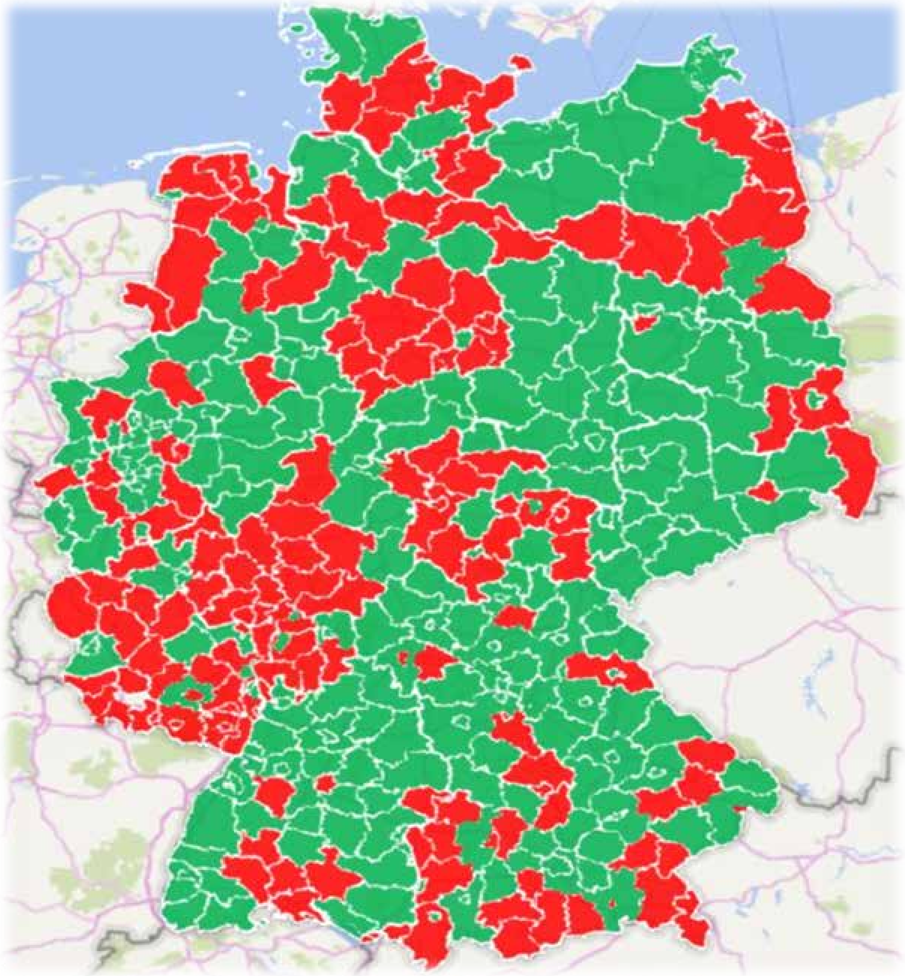

اس سلسلے میں سال 2018 کے دوران 20 ملاقاتیں کی گئیں جبکہ پراجیکٹ کے آغاز سے لیکر اب تک کی میئرز سے ملاقاتوں کی تعداد 37 ہے۔

سامنے دیئے گئے جرمنی کے نقشہ میں سبز رنگ اُن علاقوں کو ظاہر کر رہا ہے جہاں اِس پراجیکٹ کے تحت پریس کانفرنسز ہو چکی ہیں اور سرخ رنگ والے علاقوں میں ابھی کام کا آغاز ہونا باقی ہے۔ ابتک 204 اضلاع میں سے 129 اضلاع میں فلائیرز کی تقسیم کا کام مکمل ہو چکا ہے، الحمدللہ

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے سال 2019ء میں اس پروجیکٹ کے دوسرے مرحلے کا آغاز ہو رہا ہے جس کے ذریعے جرمنی کے تمام علاقوں اور سو فیصد آبادی تک اسلام احمدیت کا پیغام پہنچانے کی کوشش کی جائے گی، انشاءاللہ۔ اس مرحلے کے دوران ہونے والی پریس کانفرنسز کا عنوان ”Messias ist da“ یعنی ”مسیحا آچکا ہے“ ہے اور 23 مارچ کی اہمیت کے حوالے سے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس روز ہم انشاءاللہ العزیز جرمنی بھر میں 24 پریس کانفرنسز کا انعقاد کریں گے۔ اسی طرح اس روز کثیر تعداد میں تبلیغی اسٹالز اور فلائیرز کی تقسیم بھی ہو گی۔ حضورِ اقدس کی ہدایت کے مطابق دوسرے مرحلے میں فلائیر ”Der Wahre Erlöser“ یعنی ”حقیقی نجات دہندہ“ تقسیم کیا جائے گا، انشاءاللہ۔

اس مرحلے کے دوران خصوصی طور پر مختلف اضلاع کے اسکولز میں پروگرامز کروائے جائیں گے جن کے ذریعے سکولوں میں اسلام احمدیت کو متعارف کروایا جائے گا، اسلام کے متعلق معلومات فراہم کی جائیں گی اور سوالات کے جوابات دیئے جائیں گے۔ اور اسی طرح جرمنی بھر کے 100 بڑے شہروں میں پلاکاٹ ایکشن (یعنی پوسٹرز اور بل بورڈز کے ذریعے تشہیر) بھی کئے جائیں گے۔ اسی طرح پہلے مرحلے کے دوران جن علاقوں میں تبلیغی نشست اور میئرز سے میٹینگز نہیں ہو پائیں اُن کو بھی دوسرے مرحلے کے دوران مکمل کیا جائے گا۔ انشاءاللہ

پیارے آقا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے خطبہ جمعہ 8 ستمبر 2017ء میں جہاں یورپ میں پاکستان سے نئے آنے والوں کو اپنا وقت تبلیغ اور فلائیرز تقسیم میں خرچ کرنے کا ارشاد فرمایا وہاں پرانے رہنے والوں اور جماعتی عہدیداروں کو بھی اِن کی ذمہ داریاں یاد کرواتے ہوئے فرمایا:

”اِن میں عہدیداروں کو، پرانے رہنے والے، داعیانِ خصوصی کو بھی شامل ہونا چاہیئے، صرف پناہ کیلئے آنے والوں کو نہیں۔ داعیانِ خصوصی کو اب زیادہ وقت دے کر اِس تبلیغ کے میدان میں آنا چاہیئے“

”پس ہمیں اپنی تبلیغی سرگرمیوں میں ایک تسلسل پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ یہ نہیں کہ سال میں ایک یا دو دفعہ عشرہ منالیا اور تبلیغی لٹریچر سڑکوں پر کھڑا ہو کر تقسیم کر دیا اور سمجھ لیا کہ تبلیغ کا حق ادا ہو گیا“

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہماری مساعی میں برکت ڈالے اور ہر لحاظ سے ہماری تائید و نصرت فرمائے اور اللہ کرے کہ ہم میں سے ہر ایک تبلیغ کے اس اہم فریضہ کو کماحقہ بجالانے والا ہو، آمین۔

(رپورٹ: محمد اطہر ندیم، آفس انچارج تبلیغ پراجیکٹ 2023ء)

اعتذار

ماہ جنوری کے اخبار احمدیہ جرمنی میں شائع ہونے والے مضمون اخبار احمدیہ جرمنی سفر بہ سفر، منزل بہ منزل میں مدیران کے اسمائے گرامی لکھتے ہوئے سہواً ایک نام رہ گیا تھا۔ واضح رہے کہ جولائی 2001ء سے اپریل 2011ء تک اخبار احمدیہ کی ادارت کے فرائض مکرم نعیم احمد نیئر صاحب کو سرانجام دینے کی توفیق اور سعادت ملی۔ ادارہ اس سہو کے لئے معذرت خواہ ہے۔ (ادارہ)

جلسہ ہائے یوم پیشگوئی مصلح موعودؓ، فروری 2019ء

امسال بھی ماہ فروری میں جرمنی بھر کی جماعتوں اور لوکل امارات کو بھرپور طریقہ سے جلسہ ہائے پیشگوئی مصلح موعودؓ منعقد کرنے کی توفیق ملی۔ اب تک موصول ہونے والی رپورٹس کے مطابق 88 جماعتوں اور 7 لوکل امارات میں یہ جلسے منعقد ہوئے، جن میں مجموعی طور پر 10639 احباب وخواتین نے شرکت کی۔ ہر جلسہ حسب روایت تلاوت قرآن پاک سے شروع ہوا، نظم کے بعد پیشگوئی مصلح موعودؓ کے الہامی الفاظ پڑھ کر سنائے گئے۔ جرمن اور اردو زبان میں اس پیشگوئی کی اہمیت ،اس کے مصداق اور سیرت مصلح موعودؓ کے عناوین پر مربیان سلسلہ اور عہدیداران نے تقاریر کیں۔ بچوں نے ترانے پیش کئے اور دعا کے ساتھ یہ جلسے اختتام کو پہنچے، الحمدللہ۔

اس سلسلہ میں بڑے بڑے جلسے ہمبرگ، فرانکفرٹ، ویزبادن، کولون، اور ڈیٹزن باخ میں ہوئے۔ ان میں سے فرانکفرٹ لوکل امارت کے تحت بیت السبوح میں محترم مولانا حیدر علی صاحب ظفر نائب امیر جرمنی کی زیر صدارت ہوا۔ اس جلسہ کے مہمان خصوصی محترم مولانا عبدالباسط شاہد صاحب تھے جو بطور خاص لندن سے تشریف لائے تھے۔ مولانا موصوف کو حضرت مصلح موعود کی نہ صرف زیارت کرنے بلکہ براہ راست اکتساب فیض کی سعادت بھی نصیب ہوئی تھی۔ موصوف نے حضرت مصلح موعود سے اپنی ملاقاتوں کے حوالہ سے حضور کی شخصیت، کچھ یادیں اور واقعات کے موضوع پر خطاب فرمایا جو حاضرین کے لئے غیر معمولی دلچسپی کا باعث بنا۔ لوکل امارت Dietzenbach میں جلسہ پیشگوئی مصلح موعود محترم مولانا صداقت احمد صاحب مبلغ انچارج جرمنی کی زیرِ صدارت ہوا۔ جس کے آخر پر مولانا موصوف نے بڑا جامع خطاب فرمایا۔

لوکل امارت ہمبرگ میں امسال یوم پیشگوئی مصلح موعودؓ ایک کی بجائے چار مختلف مقامات پر جلسے کر کے منایا گیا۔ اس کے لئے ہمبرگ کے 13 حلقوں کو تقسیم کر کے چار مراکز بنائے گئے۔ تا کہ احباب زیادہ سے زیادہ تعداد میں سہولت کے ساتھ شامل ہوسکیں۔ ان مقامات پر ہونے والے جلسوں میں مقامی مربیان سلسلہ مکرم مولانا لئیق احمد منیر صاحب اور مولانا شکیل احمد عمر صاحب نے شرکت کی اور خطاب کیا۔

(رپورٹ: محمد نور احمد گوندل، معاون شعبہ تربیت جرمنی)

جلسہ یوم مصلح موعودؓ فرینکفرٹ کے مختلف مناظر

مکرم مولانا حیدر علی ظفر صاحب

مکرم مولانا عبدالباسط شاہد صاحب

سٹیج پر انتہائی بائیں جانب لوکل امیر فرینکفرٹ مکرم ادریس احمد صاحب بیٹھے ہیں

WÖCHENTLICHE

PROGRAMMVORSCHAU

SENDUNGEN AUS DEUTSCHLAND

MTA 2 – DER HD-SENDER

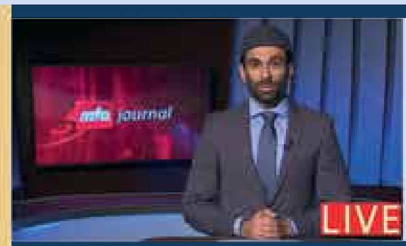

MTA JOURNAL (LIVE)

DAS NACHRICHTENMAGAZIN DER AHMADIYYA MUSLIM JAMAAT.
JEDE WOCHE MIT AKTUELLEN INHALTEN UND AKTIVITÄTEN DER GEMEINDE.

MONTAG 20:00 UHR

DAS LEBEN DES HEILIGEN PROPHETEN (SAW)

EINE SENDEREIHE AUS UNSEREM MASROOR STUDIO IN KÖLN
ÜBER DAS LEBEN UNSERES GELIEBTEN PROPHETEN MUHAMMAD (SAW).

MONTAG 20:15 UHR

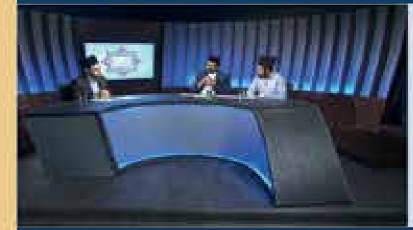

GLAUBENSFRAGEN

EINE SENDUNG ÜBER DIE ISLAMISCHE LEBENSPRAXIS. WIE SOLLTEN MUSLIME IHREN GLAUBEN PRAKTIZIEREN?
ZUSCHAUER STELLEN FRAGEN, DIE EXPERTEN BEANTWORTEN.

DIENSTAG 20:30 UHR

ISLAM VERSTEHEN (LIVE)

EINE SENDUNG FÜR ISLAMINTERESSIERTE. IN DIESER LIVE-SENDUNG GEHT ES UM THEMEN,
DIE FÜR UNSERE HEUTIGE GESELLSCHAFT ESSENTIELL SIND UND EINEN ERSTEN EINBLICK
IN DIE LEHREN DES ISLAMS BIETEN.

DONNERSTAG 20:00 UHR

ISLAMIYET'IN SESI (LIVE)

UNSERE LIVE-SENDUNG FÜR TÜRKISCH SPRECHENDE ZUSCHAUER.
IN DIESER SENDUNG HABEN TÜRKISCHVERSTEHENDE ZUSCHAUER
DIE MÖGLICHKEIT DIE AHMADIYYA MUSLIM JAMAAT KENNENZULERNEN.

SAMSTAG 20:30 UHR

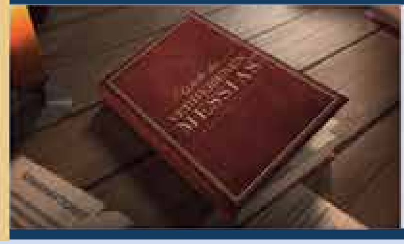

DIE WORTE DES VERHEISSENEN MESSIAS (AS)

IN DIESER SENDUNG WERDEN AUSZÜGE AUS DEN SCHRIFTEN DES VERHEIßENEN MESSIAS (AS)
DISKUTIERT, SO DASS ZUSCHAUER ZUM LESEN DIESER WERTVOLLEN WERKE ANGEREGT WERDEN.

SONNTAG 19:20 UHR

Um MTA2 zu empfangen gehen Sie auf www.mta.tv/mta2live
oder auf www.youtube.com/mtaonline1 und dann auf „MTA2 Live Streaming“.

Monthly
Germany
AKHBAR-E-AHMADIYYA

VOL 20 | ISSUE 03 | MARCH 2019

ISSN : 2627-5090
Tel : +49 6950688722
Fax : +49 6950688722
Editior : Muhammad Ilyas Munir